Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... گرمی کی لہر........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۱۱، آیت نمبر۱۱،۱۲)....... منافقین کا طرزِ عمل......مفتی محمد رضوان ۷

درسِ حدیث .... وصیت کی فضیلت واہمیت اور اس کا طریقہ (دوسری وآخری قسط)....مفتی محمد یونس ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۱)........مفتی محمد رضوان ۱۷

حضرت نواب عشرت علیخان قیصر صاحب کے خلفاء ومجازین........ترتیب: // // ۱۹

ماہِ جمادی الاولیٰ: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں....مولوی سعید افضل / مولوی طارق محمود ۲۲

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ صالح (قسط۴)........مفتی محمد امجد ۲۸

صحابیٔ رسول حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ........ابوعبداللہ ۳۳

آدابِ تجارت (قسط۴)........مفتی منظور احمد ۳۵

مسواک کی فضیلت واہمیت........حافظ محمد ناصر ۳۹

کھانے پینے کے آداب (قسط۲)........مفتی محمد رضوان ۴۲

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ........// // ۵۳

مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۱۵)........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۵۷

مروّجہ کمیشن پر چندہ کا طریقہ (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)........// // ۵۹

علم کے مینار........ابوریحان البیرونی........مولوی طارق محمود ۶۱

تذکرۂ اولیاء:... حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (قسط۴)........// // ۶۶

پیارے بچو! .... ٹی وی نہیں دیکھوں گا........مفتی ابوریحان ۷۳

بزمِ خواتین .... شادی کو سادی بنایئے (قسط۲)........مفتی محمد رضوان ۷۶

آپ کے دینی مسائل کا حل... مسبوق مقتدی کے امام کے ساتھ سلام پھیر دینے کا حکم...دارالافتاء ۸۲

کیا آپ جانتے ہیں؟ .... مفید معلومات، احکامات وتجزیات........مفتی محمد رضوان ۸۵

عبرت کدہ .... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۴)........مفتی محمد امجد ۸۹

طب وصحت ..... غسل کرنا یا نہانا........مفتی محمد رضوان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز........مفتی محمد امجد ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں........ابوجویریہ ۹۷

Study of Towrah and Bible ....مولوی ابرار حسین ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ مفتی محمد رضوان

گرمی کی لہر

ملکِ پاکستان سمیت دنیا کے مختلف مما لک میں گزشتہ موسمِ سرما میں شدید ترین تاریخی سردی پڑنے اور برف باری کے بعد، موسمِ گرما کی آمد کے ساتھ شدید ترین تاریخی گرمی پڑنے کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے پاکستان کے مختلف حصوں میں سخت گرمی اور لُو لگنے سے روزمرّہ متعدد ہلاکتوں کی خبریں مِل رہی ہیں۔

جبکہ ملک میں بہت بڑی تعداد اُن مزدور اور غریب لوگوں کی ہے جو روزمرہ دھوپ میں کام کیے بغیر شام کو اپنے کھانے پینے کا بندوبست نہیں کر پاتے اور اُن کے لئے ایک دن کام کی چھٹی کرنا پریشانی کا باعث ہوجاتا ہے، ٹیکسی، رکشہ اور دوسری گاڑیاں چلانے والے صبح سے شام تک تپتی دھوپ میں اپنی روزی، روٹی کا انتظام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ملک کے بعض حصوں میں بجلی کی بھی رسائی نہیں اس لئے ان کو پنکھے، کولر وغیرہ کے ذریعہ سے گرمی کی شدت کے احساس کو کم کرنا اختیار میں نہیں، اور جہاں بجلی میسر ہے وہاں بھی غریب عوام کی بہت بڑی تعداد وہ ہے جن کو کولر اور پنکھے وغیرہ میسر نہیں اور اگر میسر ہوں بھی جائیں تو ان کے پاس بجلی کے مہنگے ترین بلوں کی ادائیگی کا انتظام نہیں۔

اوپر سے حکومت کی طرف سے کمر توڑ مہنگائی کے پے در پے ملنے والے تحفے غریب عوام کی زندگی میں مشکلات میں اضافہ کررہے ہیں، حکومتِ پاکستان کی طرف سے موجودہ بجٹ سامنے آنے کے بعد مہنگائی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے۔

ارب پتی، کروڑ پتی اور لکھ پتی سرکاری اور غیر سرکاری طبقہ کو اپنی کوٹھی بنگلوں اور ایئر کنڈیشنر گاڑیوں میں بیٹھ کر غریب عوام کے گرمی اور مہنگائی سے پیدا ہونے والے مسائل سے کیا سروکار؟

26 دسمبر 2004ء کو تباہ کن سونامی طوفان کے بعد دنیا کے نقشہ میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہوگئی تھی، اور اُس وقت ہی بعض سائنسدانوں نے موسم میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہونے کا پیشگی انکشاف کیا تھا، چنانچہ سونامی طوفان کے بعد دنیا کے مختلف علاقوں میں شدید ترین، ریکارڈ توڑ سردی اور برف باری پڑی تھی، سردی کا موسم ختم ہونے کے بعد اب گرمی کا موسم شروع ہوا ہے اس میں بھی غیر معمولی اضافہ ریکارڈ کیا جارہا ہے۔

Idara Ghufran

شدید ترین سردی ہو یا گرمی، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

''دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے رب! میرے بعض حصے نے بعض کو کھالیا ہے (اس شکایت کے ازالہ کے لئے) اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو دو سانس لینے کی اجازت دی، ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، اب جو تم لوگ گرمی کی شدت محسوس کرتے ہو یہ دوزخ کے باہر کی طرف سانس لینے کا اثر ہے اور جو تم سردی کی شدت محسوس کرتے ہو یہ دوزخ کے اندر کی طرف سانس لینے کا اثر ہے'' (بخاری، مسلم، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسند احمد، موطأ امام مالک)

بعض سائنسدانوں کے تجزیہ کے مطابق دنیا میں آہستہ آہستہ درجۂ حرارت میں اضافہ کے باعث پہاڑوں پر موجود برف کے زیادہ مقدار میں پگھلنے کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ خشکی اور آبادی کا بہت بڑا حصہ زیرِ آب آنے کا خدشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ موسمِ گرما میں بہت سے علاقوں میں سیلاب سے تباہی پھیلنے لگی ہے۔ گزشتہ موسمِ سرما میں بعض پہاڑی علاقوں میں ریکارڈ برف باری کے بعد حالیہ دنوں میں جاری گرمی کی لہر کے نتیجے میں اس مرتبہ پہاڑوں پر زیادہ مقدار میں برف پگھلنے اور پانی کے اضافہ سے دریاؤں اور ڈیموں میں پانی کی سطح خطرناک حد تک بلند ہوگئی اور صوبہ سرحد وسوات کے بعض علاقوں میں شدید سیلاب کے باعث ہزاروں لوگوں کے بے گھر ہونے، بے شمار مکانات واملاک کے تباہ ہونے اور قیمتی فصلوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچنے اور پینے کے پانی، بجلی، گیس اور فون کی تنصیبات کو غیر معمولی ضرر لاحق ہونے کی اطلاعات مل رہی ہیں جس کی وجہ سے عوام کو سخت بے چینی واضطراب کا سامنا ہے اور دریائے کابل ودریائے گلگت کی صورتِ حال بدستور خطرناک حد تک پہنچ رہی ہے۔

دوسری طرف بعض سائنسدانوں کے تجزیہ کے مطابق آہستہ آہستہ زمین سورج کے قریب ہوتی جارہی ہے جو کہ پوری زمین کے لئے بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہے، سورج کی حرارت کی طاقت کے سامنے دنیا کی طاقت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی، سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ آہستہ آہستہ زمین کی اپنی کشش کا دباؤ کم ہورہا ہے جس کی وجہ سے سورج اس کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور ایک وقت آنے پر زمین کو سورج کا زیادہ قُرب حاصل ہوجانے کی صورت میں سورج کی شدت سے پوری دنیا بھسم ہوسکتی ہے۔

سائنسدان تو اپنی ظاہری تحقیقات میں ہی لگے رہیں گے مگر اللہ ربُّ العزت نے صدیوں پہلے قیامت کے

قائم ہونے پر اس کائنات کے نیست و نابود ہونے اور ذرّہ ذرّہ ہو کر فضا میں اُڑ جانے کی جو خبر دیدی تھی اس حقیقت کا کسی بھی شکل میں ایک دن ظہور ہو جائے گا۔

سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق سورج دراصل مکمل طور پر ایک آگ کا لاوا ہے، جس کے قریب بھی کسی مادی چیز کا جانا ممکن نہیں، سورج سے ہر وقت آگ کی لپٹ اور شعلے برآمد ہوتے رہتے ہیں جو دنیا میں گرمی اور روشنی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ بات ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو باہر کا سانس لینے کے لئے سورج کو راستہ بنا دیا ہو اور قیامت کے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ زمین کو سورج کا قُرب حاصل ہوتا جا رہا ہو۔

بتایا جاتا ہے کہ سورج کا حجم زمین کے حجم سے زیادہ اور سورج کی کشش زمین کی کشش سے زیادہ ہے۔

سورج گیسوں کا ایک بہت بڑا گولہ ہے جس کے اندرون میں مسلسل ہائڈروجن بم پھٹ رہے ہیں جس سے کثیر مقدار میں توانائی پیدا ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک کھرب گھوڑے تقریباً ایک کروڑ اور ساٹھ لاکھ سالو میں جتنا کام کر سکتے ہیں اتنا کام ایک سیکنڈ میں سورج اکیلے کر سکتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں سورج کی سطح کی ایک مربع گز سے اتنی توانائی خارج ہوتی ہے کہ اس میں **70000** گھوڑوں کی طاقت ہوتی ہے۔ اس توانائی کی بہت قلیل مقدار ہماری زمین پر پہنچتی ہے۔ سائنسدانوں نے سورج کے اندرون کا درجۂ حرارت دو کروڑ تینتیس لاکھ تک بتایا ہے جبکہ اس کی سطح کا درجۂ حرارت تقریباً **10000** فارن ہیٹ تک معلوم ہوا ہے۔

بعض اوقات سورج کی سطح سے توانائی کا اتنا اخراج ہوتا ہے کہ سکائی لیب سے ایک مشاہدے کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس قسم کا درجہ حرارت اٹھارہ کھرب فارن ہیٹ تک پہنچ گیا اور بعض دفعہ توانائی کے اخراج کے ایسے جھکڑ چلتے ہیں کہ سورج کی سطح سے لاکھوں میل تک شعلے بلند ہو جاتے ہیں۔

سورج کے مطالعے کے لئے کئی خلائی گاڑیوں کو سورج کی طرف بھیجا گیا لیکن کوئی بھی اس کے اتنا قریب نہ جا سکی کہ خلائی جہاز کا سورج سے فاصلہ تین کروڑ میل سے کم ہو سکے۔

ایک اندازہ کے مطابق کسی وقت سورج کا ھیلیم بڑے عناصر میں تبدیل ہونا شروع ہو جائے گا

اور یہ پھولنا شروع ہو جائے گا حتیٰ کہ پھولتے پھولتے زمین کو نگل لے گا (ملاحظہ ہو: فہم الفلکیات ص ۲۷ تا ۳۰ مرتبہ: سید شبیر احمد صاحب کا کاخیل، مدیر فنی اُمور)

بہر حال جو کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا مصنوعات اور مخلوقات کی یہ نیرنگیاں اور تبدیلیاں قیامت کا پتہ دیتی ہیں اور قدرت کی نشانیوں میں سے اہم نشانیاں ہیں، ایسے حالات میں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور توبہ استغفار اور اپنے گناہوں کو معاف کرانے کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

ایک طرف تو پے درپے قدرت کی ان نشانیوں کا ظہور ہو رہا ہے اور دوسری طرف انسانوں کی غفلت اور بد اعمالیوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، جس سے لگتا ہے کہ انسانوں کی عقلوں پر شامتِ اعمال کی وجہ سے پردہ پڑ گیا ہے، حالانکہ یہ تمام حالات انسان کو اِس طرف متوجہ کررہے ہیں کہ وہ دنیا کی عارضی حیات اور اس کی لذت کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ ہو اور آئندہ آنے والی دائمی زندگی اور حیات کو دُرست کرنے اور بنانے کی فکر کرے۔

گرمی کی شدت محسوس کر کے اللہ کے نیک بندے تو جہنم کے عذاب سے بچنے کا سامان کرتے اور آخرت کے عذاب کا تصور کرتے ہیں، دنیا کی یہ گرمی ان کو آخرت اور جہنم کی گرمی کے عذاب کو یاد دلاتی ہے، جس سے ان کے ایمان میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت سے اپنے دلوں کو حرارت پہنچاتے ہیں، لیکن غافل انسان ہائے گرمی، ہائے گرمی کرتے کرتے گرمی کے پورے موسم کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور کوئی دینی ودنیوی فائدہ نہیں حاصل کر پاتے۔

گرمی کی شدت جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا پتہ دیتی ہے اور ہمیں اپنی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو کر توبہ استغفار کی دعوت دیتی ہے وہاں اہلِ ثروت واہلِ ودلت حضرات پر گرمی کی شدت سے بیتاب غریبوں اور مزدوروں کے حقوق ادا کرنے اور عیش پرستی میں پڑے ہوئے انسانوں کو چلچلاتی ہوئی دھوپ میں کام کرنے والے مزدوروں کے دُکھ درد میں ہاتھ بٹانے کی بھی تعلیم دیتی ہے، اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے عائد کی ہوئی اس ذمہ داری سے کس طرح سبکدوش ہوتا ہے اور قدرت کی طرف سے مقرر کردہ اس امتحان میں کس حد تک کامیابی حاصل کر کے آنے والے عذاب سے اپنے آپ کو بچانے کا سامان کرتا ہے؟

فقط۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ 25 جون 2005ء

☼ ☼ ☼ ☼ ☼ ☼ ☼

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۱، آیت نمبر ۱۱، ۱۲) مفتی محمد رضوان

منافقین کا طرزِ عمل

✪......منافقین کی دوسری بُری خصلت وحرکت ''فساد فی الارض''

''وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ، قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾
اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ'' ﴿۱۲﴾

﴿ترجمہ﴾ ''اور جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ فساد مت کرو، زمین میں، تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح ہی کرنے والے ہیں ۞ یاد رکھو! بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے'' ۞

تفسیر وتشریح:...... مذکورہ آیات میں منافقوں کی دوسری بری خصلت اور ناشائستہ حرکت کا ذکر ہے منافقین اپنے طرزِ عمل کی وجہ سے اس درجہ کو پہنچ گئے تھے کہ وہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد سمجھنے لگے تھے، صلاح اور فساد، ایک دوسرے کی ضد ہیں، صلاح کے مقابلہ میں فساد اور فساد کے مقابلہ میں صلاح آتا ہے کسی چیز کا اعتدال سے باہر ہوجانا اور بگڑ جانا اور جو نفع اس چیز سے وابستہ اور متصور تھا، اس کے قابل نہ رہنا ''فساد'' ہے، جس کی ضد ''صلاح'' ہے، جس طرح فساد میں کسی چیز کا ''بگڑنا'' پایا جاتا ہے اس کے مقابلے میں صلاح میں کسی چیز کا ''سنورنا'' پایا جاتا ہے (تفسیرِ حقانی بتغیر)

جب ان منافقین سے کہا جاتا کہ تم دورُخی روِش سے زمین میں فتنے فساد برپا مت کرو، تمہاری دورُخی پالیسی سے فساد پیدا ہوتا ہے، اس لئے تم یہ طرزِ عمل چھوڑ کر صلاح کا راستہ اختیار کرو، تو وہ منافقین اپنے آپ کو بجائے مفسِد اور فسادی ہونے کے مصلح ہی بتاتے اور سمجھتے تھے، اور بڑے زور اور تاکید سے کہتے تھے ''اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ'' یعنی ہم تو مصلح ہی ہیں، لفظ ''اِنَّمَا'' عربی میں حصر وانحصار یعنی کسی چیز کو خاص کرنے کے لئے آتا ہے جس میں دوسری چیز کی نفی مقصود ہوتی ہے، منافقین کا دعویٰ یہ تھا کہ ہمارے کسی عمل کا فساد سے کوئی واسطہ اور تعلق ہی نہیں ہم تو صرف اور صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس دعوے کی پُر زور تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ خبردار اور آگاہ ہوجاؤ ''اِنَّهُمْ هُمُ

الْمُفْسِدُوْنَ" بلاشبہ اور یقیناً یہی لوگ مفسد اور فساد کی جڑ ہیں، یعنی ان کا اصلاح سے کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں، مگر یہ لوگ اس کا شعور نہیں رکھتے (معارف القرآن بتغیر)

نفاق کیونکہ دل کا مرض ہے، جس کا ذکر پچھلی آیت میں اس طرح فرمایا گیا تھا "فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ" اس دل کے مرض کی خاصیت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کے باطنی احساس میں اس درجہ کا خلل آجاتا ہے کہ وہ اصلاح وفساد کو بھی محسوس نہیں کر پاتا (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

✪......اصلاح وفساد کا دارومدار زبانی دعوے پر نہیں بلکہ عمل پر ہے

قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ فساد اور صلاح کا دارومدار زبانی، کلامی دعووں اور جمع خرچ پر نہیں بلکہ اصل دارومدار اُس کام اور کردار پر ہے جو کیا جا رہا ہے، اگر وہ فساد والا کام ہے تو اس کے کرنے والے کو مفسد اور فسادی کہا جائے گا خواہ اس کی نیت فساد کی نہ ہو۔ مذکورہ تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

﴿۱﴾......ایک یہ کہ منافقین کی حرکات درحقیقت زمین میں فتنہ وفساد پھیلنے کا سبب تھیں۔

﴿۲﴾......دوسری یہ کہ منافقین فتنہ وفساد پھیلانے کی نیت اور قصد سے یہ کام نہ کرتے تھے، بلکہ ان کو اس بات کا شعور اور علم بھی نہ تھا کہ اس منافقت کا نتیجہ فتنہ وفساد ہے (معارف القرآن بتغیر)

منافقین کا فساد کئی طرح کا تھا، مثلاً مسلمانوں کا راز فاش کرنا، کافروں کو مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کرنا، کینہ، حسد اور دشمنوں سے سازشیں، کافروں کے اعتراضات کا مسلمانوں کے سامنے نقل کرنا تاکہ کمزور اعتقاد کے لوگ اپنے ایمان میں تذبذب اور تزلزل کا شکار ہو جائیں (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے فساد بتلایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا "وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ" کہ ان کو اس فساد کا شعور نہیں۔

✪......ظاہری اور باطنی فساد:

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ منافقین کو فتنہ وفساد کا شعور کیونکر نہیں تھا، جبکہ وہ درحقیقت "مفسدین" تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین میں فتنہ وفساد جن چیزوں سے پھیلتا ہے، ان میں کچھ تو ایسی چیزیں ہیں جن کو ہر شخص فتنہ وفساد سمجھتا ہے، جیسے قتل، غارت گری، چوری، دھوکہ، فریب، اغواء، بدکاری وغیرہ۔ بدکار انسان بھی ان چیزوں کو فتنہ وفساد اور شر و بُرائی کا کام سمجھتا ہے اور شریف انسان ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اپنی ظاہری شکل وصورت اور سطحی اعتبار سے کوئی فتنہ وفساد کی چیز محسوس نہیں

ہوتیں، مگر یہ چیزیں انسانوں کے اخلاقی بگاڑ اور گراوٹ کے سارے فتنوں اور فسادوں کے دروازے کھول دیتی ہیں گویا کہ یہ فساد باطنی اور خفیہ ہوتا ہے، جو محسوس بھی مشکل سے ہوتا ہے، ان منافقین کا بھی یہی حال تھا کہ چوری، ڈاکہ، بدکاری وغیرہ جیسی حرکتوں سے بچتے تھے، اس لئے انہوں نے بڑے زوردار انداز میں اپنے مفسد ہونے کا انکار اور مصلح ہونے کا دعویٰ کیا (معارف القرآن بتغیر)

منافقین کا خیال تھا کہ ہم تو چاہتے ہیں کہ مؤمن اور غیر مؤمن سب شیر وشکر ہو جائیں، آپس میں اختلاف نہ رہے، نئے دین کی وجہ سے جو جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور ایک دوسرے کے قتل تک نوبت پہنچ چکی ہے وہ سب ختم ہو جائے اور ملک وملت ایک حالت پر آ جائے اور تجارت ومعیشت کا سلسلہ بھی پہلے کی طرح جاری ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ’’اَلاَ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ‘‘ ’’آگاہ ہو جاؤ! یقیناً یہی لوگ مفسد ہیں‘‘ کہ کفر وایمان اور شرک وتوحید کو ایک کرنا چاہتے ہیں نفاق خواہ دین کا ہو یا دنیا کا بہت بڑے فتنہ کا باعث ہے اور دورویہ ہونا بہت بڑے فساد کی جڑ ہے، ایسا شخص در حقیقت صحیح معنیٰ میں کسی کا بھی خیر خواہ نہیں ہو سکتا، خواہ وہ اپنے آپ کو کتنا ہی خیر خواہ سمجھے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

✪......اخلاقی بگاڑ، معاشرہ کا سنگین فساد

نفاق، کینہ، حسد اور دوسروں کے خلاف سازشیں، ایسی چیزیں ہیں جو انسان کے اخلاق کو اتنی بُری طرح تباہ کر دیتی ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان بہت سے حیوانوں کی سطح سے بھی نیچے آ جاتا ہے اور ایسے رذیل وحقیر کام کرنے پر اُتر آتا ہے جو کسی ذی شعور انسان سے سرزد نہیں ہو سکتے اور جب انسان اپنے اخلاق کی ان تباہ کاریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں فساد ہی فساد آ جاتا ہے اور فساد بھی ایسا خطرناک جو نہ درندے جانوروں سے متوقع ہے، نہ چوروں اور ڈاکوؤں سے، کیونکہ چوری، ڈکیتی جیسی چیزوں کے فساد کو تو قانونی تقاضوں اور حکومتی طاقتوں سے روکا جا سکتا ہے، مگر اخلاقی بگاڑ اور گراوٹ کو ان قانونوں سے روکنا مشکل ہے کیونکہ قانون تو انسان ہی جاری کرتے ہیں، جب انسانوں میں ہی اخلاقی گراوٹ اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو قانون کی جو گت بنے گی وہ بالکل ظاہر ہے۔

✪......اخلاقی بگاڑ آج کے دور کا سب سے بڑا فساد

آج اس چیز کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہو رہا ہے، آج دنیا کی تمدنی زندگی بہت ترقی پذیر ہے، تعلیم وتعلم کے اداروں کا جال گاؤں گاؤں تک پھیلا ہوا ہے، تہذیب وشرافت کے الفاظ ہر شخص کی زبان پر عام ہیں، قانون

سازی کی مجلسوں اور اسمبلیوں کا بازار گرم ہے، قانون نافذ کرانے کے بے شمار ادارے کروڑوں روپیوں کی لاگت سے قائم و جاری ہیں، محکموں اور دفتروں، پولیس تھانوں اور عدالتوں کا جال ہر طرف پھیلا ہوا ہے، مگر فتنے وفسادات روز بروز بڑھتے ہی جا رہے ہیں، جس کی وجہ انسانی اخلاق کی تباہی اور بربادی ہے، کیونکہ قانون کوئی خودکار مشین تو ہوتی نہیں، بلکہ اس کو چلانے کے لئے انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے اور جب انسان اخلاقی بگاڑ کی وجہ سے اپنی انسانیت ہی کھو بیٹھے، تو پھر اس فساد کا علاج نہ کسی قانون سے ہوسکتا ہے، اور نہ حکومت اور عدالتوں سے، کھلے طور پر فساد مچانے والے (چور، ڈاکو وغیرہ) کا علاج تو سہل اور آسان ہے، مگر اخلاقی بگاڑ کے مریض، جن کا فساد، اصلاح کے رنگ کا ہوتا ہے، اور وہ اپنی خالص ذاتی فاسد اغراض کو اصلاح کا نام دے کر ''اِنَّمَا نَحنُ مُصلِحُونَ'' کے نعرے لگاتے ہیں ان کا علاج بہت مشکل ہے۔

✪......اخلاقی بگاڑ کا اصل علاج ''خوفِ الٰہی وفکرِ آخرت''

آج کی دنیا میں جن لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت واختیار کی باگ دوڑ ہے وہ فتنے، فسادات، جرائم وکرپشن کی روک تھام کے لئے نئے سے نئے قانون وانتظامات کو سوچتے ہیں، مگر اخلاقی بگاڑ اور گراوٹ کے سدِ باب کا انتظام نہیں کرتے، جس کی روح ہے ''اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت میں حساب وکتاب کی فکر''، محسنِ انسانیت ''رسول اللہ ﷺ'' نے اسی وجہ سے انسانوں کے اخلاق درست کر کے صحیح معنیٰ میں انسان بنانے پر اپنی توجہ مرکوز فرمائی، تاکہ فتنہ وفساد کی جڑ ہی کٹ جائے۔

✪......صرف اصلاح کی نیت کافی نہیں، بلکہ عمل کی اصلاح بھی ضروری ہے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حقیقی مصلح اور مفسد سے باخبر ہونے پر بھی انسانوں کو آگاہ کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: وَاللّٰہُ یَعلَمُ المُفسِدَ مِنَ المُصلِحِ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۰) یعنی ''اللہ تعالیٰ حقیقی مفسد اور حقیقی مصلح سے پوری طرح باخبر ہیں'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نیتوں سے بھی واقف ہیں اور ہر عمل کی خاصیت اور اس کے نتیجہ سے بھی پوری طرح باخبر ہیں کہ کس چیز کا نتیجہ صلاح کی شکل میں ظاہر ہوگا اور کس چیز کا فساد کی شکل میں، اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح کے لئے صرف نیتوں میں اصلاح کا ہونا ہی کافی نہیں (جیسا کہ منافقین کا حال تھا) بلکہ عمل کا رُخ بھی شریعت کے مطابق صحیح ہونا ضروری ہے، بعض اوقات ایک عمل پوری نیک نیتی اور اصلاح کے ارادے سے کیا جاتا ہے مگر عمل شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس کا اثر فتنہ وفساد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے (معارف القرآن بتغیر)

درسِ حدیث مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

وصیت کی فضیلت واہمیت اور اس کا طریقہ (دوسری وآخری قسط)

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلْمَحْرُوْمُ مَنْ حَرُمَ وَصِیَّتُہٗ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ ص ۱۹۴، بَابُ الْوَصَایَا)

ترجمہ: (سنت کے طریقے پر فوت ہونے سے) محروم ہونے والا وہ ہے جو (غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے ضروری) وصیت کرنے سے (بھی) محروم رہا (ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث شریف میں ایسے شخص کے لئے وعید بیان کی گئی ہے جو لوگوں کے واجب الاداء حقوق اپنے ذمے میں لے کر ان کی اطلاع وادائیگی کی وصیت کئے بغیر دنیا سے چل بسے، اور وعید بھی ایسی سخت کہ اسے سنت طریقے پر فوت ہونے سے محروم قرار دیا گیا، جو خاتمہ کے بُرا ہونے کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ اخیر عمر میں شریعت کا ایک ضروری حکم صرف غفلت وسستی کی وجہ سے چھوڑ دینے کی وجہ سے عمر بھر نیک رہنے والا انسان بھی عذاب میں مبتلا ہوسکتا ہے اور شاید اسی چیز کو بتلانے کے لئے ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْم'' یعنی (نجات وعذاب کا) دارومدار خاتمہ کے عمل پر ہے (بخاری، مسلم بحوالہ مشکوۃ، باب الایمان بالقدر، الفصل الاول) اگر کسی انسان کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوا تو وہ نجات پانے والا ہوگا، اور برے عمل پر خاتمہ ہوا تو عذاب میں مبتلا ہوگا بلکہ ایک حدیث میں وصیت کے بارے میں اسی طرح کا ارشاد مذکور ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص ستر سال تک نیک لوگوں جیسے اعمال کرتا رہتا ہے پھر جب وصیت کرتا ہے تو وصیت میں ظلم وزیادتی کر بیٹھتا ہے (یعنی خلافِ شریعت وصیت کر دیتا ہے) اس طرح اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ جہنم میں داخل ہوجاتا ہے اور اس کے برعکس ایک شخص ستر سال تک برے لوگوں جیسے اعمال کرتا رہتا ہے پھر عدل وانصاف والی (اور شریعت کے مطابق) وصیت کر دیتا ہے جس سے اس کا خاتمہ اچھے عمل پر ہوجاتا ہے، اور نتیجۃً وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے (سنن ابن ماجہ ص ۱۹۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات انسان

Idara Ghufran

عادلانہ ومنصفانہ وصیت کی برکت سے جنت کو پالیتا ہے اور بعض اوقات ظالمانہ وصیت کی نحوست سے جہنم ودوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے، اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ وصیت سے متعلق شرعی احکام کی واقفیت حاصل کی جائے، تاکہ شریعت کے موافق وصیت کو اختیار کیا جائے اور شریعت کے خلاف وصیت سے بچا جائے۔

✪......وصیت سے متعلق چند اہم احکام

وصیت سے متعلق بے شمار تفصیلی احکام ومسائل ہیں جن کو فقہائے کرام رحمہم اللہ نے عموماً کتاب الوصایا کے ضمن میں بیان فرمایا ہے، ان میں سے دو بنیادی درجے کے احکام اسی مضمون کی پہلی قسط میں آ چکے ہے یعنی ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہ کرنا اور وارث کے حق میں وصیت نہ کرنا......ان کے علاوہ مزید کچھ ضروری مسائل ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

مسئلہ: انسان چونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے آیا ہے اس لئے زندگی کے آخری سانس تک انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرتے رہنا چاہئے، اس کے باوجود عجز وقصور کی وجہ سے احکامِ خداوندی میں کوئی کوتاہی ہو جائے اور تلافی کا موقع نہ رہے تو اس کی وصیت کر جانا لازم ہے۔

✪......حجِ بدل کی وصیت

مثال کے طور پر کسی انسان کے ذمے حج فرض ہو چکا تھا، لیکن لاعلمی یا غفلت کی وجہ سے حج کا فریضہ ادا کرنے سے پہلے ہی غربت یا بیماری کی وجہ سے حج کرنے سے معذور ہو گیا اور اب بظاہر خود جا کر حج کرنے کے حالات پیدا ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے تو ایسی صورت میں حجِ بدل کرا دینے کی وصیت کرنا لازم ہے۔

✪......نماز کے فدیہ سے متعلق وصیت

اسی طرح بالغ ہونے کے بعد جو نمازیں، روزے وغیرہ چھوٹے ہوں تو ان کی قضا کا زندگی ہی میں اہتمام ضروری ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ان چھوٹی ہوئی نماز روزوں کا فدیہ ادا کر دینے کی وصیت کرنا ضروری ہے، کیونکہ موت کا وقت کسی انسان کو معلوم نہیں، کیا پتہ کس وقت آ جائے۔

✪......زکوٰۃ سے متعلق وصیت

اسی طرح اگر گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو اس کی ادائیگی کی وصیت بھی کر کے رکھنا ضروری ہے، یہی مسئلہ قربانی، صدقۂ فطر، منت اور قسم کے کفارے وغیرہ کا ہے۔

✪......ورثاء سے متعلق اہم وصیت

حقوق العباد سے متعلق جو کام اپنے ذمے ہوں اور ان کی وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے ورثاء کے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی وصیت کرنا واجب ہے جس سے ورثاء کے لئے ان کی ادائیگی اور حق والوں کے لئے اپنے حق کی وصولی قابلِ عمل ہو سکے مثلاً کسی سے قرض لے رکھا ہو، یا کسی کی امانت اپنے پاس رکھی ہو یا کسی سے کوئی چیز خریدی ہو اور قیمت ادا کرنا باقی ہو یا کسی سے کوئی چیز مستعار (یعنی مانگ کر) لے رکھی ہو یا اپنی کوئی چیز کسی دوسرے کے پاس امانت یا عاریت کے طور پر دی ہوئی ہو یا کسی اور مد کا کچھ لینا دینا باقی ہو تو اس طرح کی تمام باتوں کی وصیت کرنا (خواہ زبانی اطلاع کر کے یا لکھ کر) ضروری ہے ورنہ مرنے والا گناہگار ہوگا۔

✪......فوتگی کے بعد بدعات ورسومات سے متعلق وصیت

جس شخص کے خاندان میں فوتگی کے موقع پر بدعات اور خلافِ شریعت رسومات (مثلاً نوحہ کرنا، جنازے میں تاخیر کرنا، جنازے کے بعد اجتماعی دعا کرنا، قبر پر اذان، تیجہ، چالیسواں، برسی وغیرہ) کا رواج ہو اور غالب گمان یہ ہو کہ اس کے مرنے پر بھی یہ رسومات کی جائیں گی اس کے لئے ایسی بدعات ورسومات نہ کرنے کی وصیت کر دینا لازم ہے (احکامِ میت ص ۱۷۲، مفید الوارثین ص ۵۸ بتغیر)

✪......کفن دفن کے سے متعلق وصیت

جس شخص کے خاندان میں ایسی بدعات ورسومات وغیرہ کا رواج نہ ہو اور انتقال کے موقع پر تمام کام سنت کے مطابق کئے جاتے ہوں اس کے لئے یہ وصیت کر دینا مستحب ہے کہ میرا کفن دفن سنت کے مطابق کیا جائے اور میرے مرنے پر نوحہ، ماتم اور چیخنا چلانا ہرگز نہ کیا جائے اور خلافِ شریعت رسومات اور بدعات سے اجتناب کیا جائے (احکام میت ص ۱۷۲)

✪......مباح اور جائز کاموں کی وصیت

جو کام شرعاً ناجائز نہ ہوں ان کی وصیت کر دینا جائز ہے مثلاً یہ کہ غسل فلاں شخص دے، جنازہ فلاں شخص پڑھائے، فلاں قبرستان میں یا فلاں قبر کے ساتھ دفن کیا جائے وغیرہ۔

✪......تہائی ترکہ کی وصیت

اپنے ترکہ کے تہائی حصہ کے صدقہ کرنے یا خیر کے کاموں میں لگا دینے کی وصیت کر دینا مستحب ہے۔

✪ ……وصیت میں ملکیت کی تعیین اور وضاحت

وصیت میں ایسی اشیاء کی ملکیت واضح کر دینا بھی ضروری ہے جن کی ملکیت واضح نہ ہو مثلاً گھر کے کسی دوسرے فرد بیوی، بیٹے وغیرہ کی کوئی چیز بلا تکلف اپنے استعمال میں لا رہا ہے یا اپنی کوئی چیز جس کو دوسرے بھی بلا تکلف استعمال کر لیتے ہیں، تاکہ ترکہ متعین کرنے میں آسانی رہے، اور کسی کا حق ضائع نہ ہو۔

✪ ……اہل وعیال و متعلقین کو وصیت

اپنے اہل وعیال اور دیگر متعلقین کو احکامِ خداوندی اور سنتِ رسول کی پابندی کرنے اور ہر طرح کے ظاہری باطنی گناہوں، رسومات اور بدعات وغیرہ سے بچنے کی وصیت کرنا بھی مستحب ہے۔

✪ ……ناجائز کام کی وصیت

ناجائز کام کی وصیت کرنا سخت گناہ ہے، اور اس پر عمل کرنا ورثاء کے لئے جائز نہیں جیسے تیجہ، چوتھا، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی اور گیارہویں وغیرہ کی وصیت کرنا یا مروجہ قرآن خوانی، ختم شریف، قل، مروجہ میلاد یا عرس وغیرہ کرانے کی وصیت کرنا یا قبر پکی کرنے کی اُس پر گنبد وغیرہ بنانے کی یا یہ وصیت کرنا کہ میری قبر پر کسی حافظِ قرآن کو اجرت دے کر بٹھا دینا تاکہ پڑھ پڑھ کر ثواب بخشتا رہے یا ناچ گانا وغیرہ کرانے کی وصیت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

✪ ……اجمالی وصیت نامہ کا خاکہ

وصیت نامہ تیار کرنے کا بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ ایک بڑی کاپی (یا ڈائری) تیار کر لی جائے اس کے سرورق (ٹائٹل) پر ''وصیت نامہ'' لکھ دیا جائے اور اندر مندرجہ ذیل عنوانات میں سے ہر عنوان کے لئے چند اوراق مخصوص کر لئے جائیں

عنوانات یہ ہیں: (۱) نمازیں جو میرے ذمے باقی ہیں، (۲) زکوٰۃ جو میرے ذمے باقی ہے، (۳) رمضان اور منت کے روزے جو میرے ذمے باقی ہیں (۴) حج (اگر فرض ہو چکنے کے باوجود ادا نہ کیا ہو) (۵) صدقہ فطر جو میرے ذمے باقی ہے (۶) قربانی جتنے سالوں کی میرے ذمے باقی ہے (۷) سجدہائے تلاوت جو میرے ذمے باقی ہیں (۸) قسم کے کفارے جو میرے ذمے باقی ہیں (۹) دوسروں کا قرض جو میرے ذمے باقی ہے (۱۰) میرا قرض جو دوسروں کے ذمے باقی ہے۔ (۱۱) میری وہ چیزیں جو دوسروں کے پاس ہیں (۱۲) دوسروں کی وہ چیزیں جو میرے پاس ہیں (۱۳) دیگر وصیتیں۔

Idara Ghufran

اس طرح عنوان قائم کر کے ہر عنوان کے تحت اس کی واقعی تفصیل تحریر کی جاتی رہے، اور اگر کسی عنوان سے متعلق کوئی بات قابلِ ذکر نہ ہو تو یہی لکھ دیا جائے، پھر اس میں جتنی جتنی ادائیگی زندگی میں ہوتی جائے اس کو منہا کر دیا جائے کوئی چیز مزید واجب ہو جائے تو اس کا اضافہ کر دیا جائے، بہر کیف ہر عنوان کے تحت مکمل تفصیل درج ہونی چاہئے۔

اور اپنے مخصوص حالات کے تحت ضرورت ہو تو مزید عنوانات بھی قائم کیے جاسکتے ہیں مثلاً کاروبار سے متعلق، دفتری امور سے متعلق وغیرہ وغیرہ۔

آخری عنوان ''دیگر وصیتیں'' کے تحت تحریر کر دیا جائے کہ پچھلے اوراق میں جو تفصیلات درج ہیں ان کے مطابق ادائیگی کی جائے۔ اس کے علاوہ اس عنوان میں حسبِ ضرورت ترمیم و اضافہ کیا جاتا رہے اور اپنے کسی قابلِ اعتماد عزیز یا دوست کو بتا دیا جائے کہ کاپی (ڈائری) فلاں جگہ رکھی ہے تاکہ کسی وقت بھی موت آجائے تو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا ہو سکیں اور اپنے اوپر دنیا آخرت کا بوجھ نہ رہے۔

✪ ...... وصیت پر عمل کرنے کا طریقہ

جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو سب سے پہلے جتنا جلدی ممکن ہو میت کو غسل دیکر، کفن پہنانے اور جنازہ پڑھ کر دفن کرنے کا انتظام شریعت کے مطابق کرنا چاہیے اس سلسلے میں اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو مثلاً مجھے فلاں شخص غسل دے یا فلاں شخص جنازہ پڑھائے وغیرہ تو ورثاء کیلئے اس پر عمل کرنا لازم تو نہیں لیکن اگر کوئی حرج نہ ہوتا ہو تو وصیت کے مطابق عمل کر لینا بہتر ہے۔

مرحوم کی دیگر وصیتوں پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ترکہ متعین کیا جائے اور وہ اس طرح کہ مرحوم کی وفات کے وقت جو کچھ (منقولہ وغیر منقولہ مال، جائیداد روپیہ پیسہ، سونا چاندی استعمالی و غیر استعمالی کپڑے، جوتے، برتن اور دیگر ساز و سامان وغیرہ) بھی اس کی ملکیت میں تھا وہ سب اس کا ترکہ کہلائیگا۔

اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ملکیت کا ممتاز ہونا کتنا ضروری ہے کیونکہ کسی چیز کے ترکہ میں شمار ہونے یا نہ ہونے کا مدار ہی ملکیت ہونے نہ ہونے پر ہے۔ ترکہ متعین ہونے کے بعد سب سے پہلے اس میں سے مرحوم کے کفن دفن کے مسنون اخراجات نکال کر اس (وارث یا غیر وارث) کو دے دیے جائیں جس نے یہ اخراجات اپنے مال میں سے کیے ہیں لیکن یاد رہے کہ اس سلسلے کی خلاف سنت چیزوں کا خرچہ ترکے میں سے دینا جائز نہیں اگر اخراجات کرنے والا شخص خوشدلی سے اس خرچ کو لینا نہ چاہے تو دینا ضروری

نہیں اسی طرح اگر کفن دفن کے اخراجات ترکے ہی میں سے دیے گئے تب بھی ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں اس کے بعد مرحوم کے ذمے واجب الاداء قرض ترکے میں سے ادا کیا جائے اگر مرحوم کا سارا ترکہ قرضے میں چلا جائے تب بھی قرض ہی ادا کیا جائیگا۔ نہ مرحوم کی وصیت پوری کی جائے گی اور نہ ہی ورثاء کو کچھ ملے گا۔ ہاں اگر مرحوم کے ذمے کوئی قرض نہ ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد بھی کچھ ترکہ بچ گیا ہو تو اس ترکہ کے تیسرے حصے تک مرحوم کی جائز وصیت کو پورا کرنا ورثاء پر لازم ہے۔ اگر وصیت پوری کرنے کے بعد ترکہ کے تیسرے حصے سے کچھ بچ جائے تو وہ بھی باقی ترکے کی طرح ورثاء میں تقسیم ہوگا اور اگر ترکہ کا تیسرا حصہ وصیت کے لئے ناکافی ہو تب بھی تیسرے حصے تک ہی وصیت میں مال لگانا ورثاء کے ذمے ہے اس سے زیادہ خرچ کرنا لازم نہیں البتہ اگر سب ورثاء عاقل بالغ ہوں اور دل سے راضی ہوں تو تہائی ترکہ سے زیادہ مال بھی وصیت کے مطابق خرچ کیا جاسکتا ہے اگر مرحوم نے ایک سے زیادہ وصیتیں کی تھیں اور ترکے کے تہائی حصہ میں وہ سب وصیتیں پوری نہیں ہوسکتیں اور زیادہ خرچ کرنے کی ورثاء کی طرف سے اجازت نہیں ہے یا ورثاء میں کوئی نابالغ بھی ہے تو ایسی صورت میں جو وصیتیں شرعاً زیادہ ضروری ہیں ان کو پہلے پورا کیا جائے گا ان سے کچھ باقی بچ جائے تو غیر ضروری (یعنی جو واجب نہ ہوں صرف جائز ہوں) وصیتوں پر جتنا ہوسکے عمل کرنا واجب ہے۔

اور اگر سب وصیتیں برابر درجے کی ہیں زیادہ ضروری، کم ضروری اور غیر ضروری کا فرق نہیں ہے اور سب وصیتیں تہائی ترکہ میں پوری نہ ہوسکتی ہوں تو وصیت کرنے والے نے جس کی وصیت پہلے کی تھی اس کو پہلے پورا کیا جائے پھر کچھ مال بچ جائے تو اس کے بعد کی جانے والی وصیت کو پورا کیا جائے لیکن اگر چند افراد کے لئے مرحوم نے وصیت کی تھی تو ایسی صورت میں یہ حکم نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ میں تفصیلات اور باریکیاں بہت ہیں اس لئے جب ایسا مسئلہ پیش آئے تو مستند و ماہر علمائے دین سے پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں کیا معلوم کب موت آجائے اور اس وقت وصیت کرنے کا موقع بھی ملے یا نہیں اس لئے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ موت کیلئے ہر وقت تیار رہے اور حالت صحت ہی میں اس قسم کے معاملات کی وصیت کرر کھے۔ واللہ الموفق۔

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

"حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۱)

بچپن میں جب سے ہوش سنبھالا، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی بزرگیت کا تصور دل ودماغ میں قائم ہوگیا تھا، کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ مختلف انداز میں گھر میں سننے کو ملتا رہتا تھا، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی زیارت بچپن میں تقریباً آٹھ دس سال کی عمر میں اس وقت ہوگئی تھی جب میں ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم مدرسہ امدادالعلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون میں حاصل کررہا تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ تعلیم کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے، حضرت مولانا ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی آمد سے پہلے ہی اطلاع ملنے پر مدرسہ میں ان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں، اور ہمارے استاذ حافظ سعید احمد صاحب دامت برکاتہم (جو بحمداللہ تعالیٰ بقیدِ حیات اور تھانہ بھون میں حفظ وناظرہ قرآن مجید کی تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں) نے چند بچوں کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے بطورِ جائزہ پیش کرنے کے لئے تیار کیا تھا، میں بھی ان بچوں میں شامل تھا، ہمارے استاذ صاحب دامت برکاتہم نے اگرچہ ہمیں ہر طرح کا حوصلہ اور ہمت دلانے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کا جو تصور پہلے سے دل ودماغ میں قائم تھا اسکی وجہ سے ایک گھبراہٹ سی دل میں محسوس ہورہی تھی اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں چھوٹے چھوٹے طلبہ میں بھی یہ چرچا عام تھا کہ وہ ایسی ایسی باریک باتوں پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں جن کی طرف دوسرے عام حضرات کی ساری زندگی بھی نظر نہیں پہنچتی، اس لئے نہا دھوکر، کپڑے تبدیل کرکے اور ناخن وغیرہ کٹوا کر ہم نے ممکنہ تنبیہی خطرات سے بچنے کی بھرپور کوشش کی تھی، حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کی خانقاہ میں آمد کے ساتھ ہی پوری طرح رونق اور چہل پہل شروع ہوگئی تھی، قصبہ کے اندرونی باشندوں کے علاوہ مضافات سے بھی غیر معمولی تعداد میں لوگوں کی آمدورفت ہورہی تھی، اس ماحول کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ مدرسہ میں ایک بڑا جلسہ اور اجتماع ہونے والا ہے، خیر، اللہ اللہ کرکے وہ وقت بھی آ گیا جب جائزہ کے لئے طلبہ کے ساتھ میری بھی حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جائزہ کے دوران مختلف حروفوں اور جملوں کے بارے میں مخارج کی ادائیگی کی نشاندہی فرماتے رہے، لیکن ہر جملہ

زبان سے ادا کرتے وقت چہرہ پر ایک خاص قسم کی مسکراہٹ بھی ہوتی تھی، مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے چہرہ اور آواز میں ایک خاص قسم کی جلالی شان محسوس ہوتی تھی، اور حضرت کے چہرہ پر مسکراہٹ کے باوجود بھی اس شان میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی، البتہ حضرت کے چہرہ کی مسکراہٹ سے اتنا فائدہ ضرور ہوتا تھا کہ ہیبت اور گھبراہٹ قابلِ برداشت حد سے نکل کر نا قابلِ برداشت حد تک نہیں پہنچتی تھی، اگر حضرت شاہ صاحب اپنی جلالی شان کو مسکراہٹ کے ذریعہ سے کم نہ فرماتے تو شاید لڑکپن کی وجہ سے پیشاب خطا ہونے میں کوئی کمی نہ رہ جاتی، جائزہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت نے تمام طلبہ کو ایک قطار میں کھڑا کر کے دائیں طرف سے بائیں طرف مصافحہ کرتے ہوئے چلنے کی تلقین فرمائی اور تمام طلبہ کو ایک ایک روپیہ کے بالکل نئے سکے بھی بطورِ انعام عنایت فرمائے، جن کو بڑوں کے کہنے کی وجہ سے برکتی سمجھ کر ایک مدت تک محفوظ رکھا گیا، لیکن ضرورت پڑنے پر بالآخر ایک دن خرچ کر لیا، اس پہلی قریبی زیارت اور جائزانہ حاضری کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شانِ بزرگی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی عظمت اور شانِ جلالیت نے بھی دل ودماغ میں جگہ پکڑ لی تھی، اور کیونکہ میرے قرآن مجید حفظ اور اس کے بعد اعدادیہ کے درجہ تک تعلیم کا زمانہ مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ہی میں گزرا، اس لئے اس عرصہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی متعدد مرتبہ حاضری پر ان کی قریب سے زیارت، اور کچھ ٹوٹی پھوٹی خدمت کی بھی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خانقاہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، اور حضرت کی عادتِ مبارکہ یا معمولات میں یہ چیز بھی شامل تھی کہ حضرت تمام شعبوں کا باختیارِ خود اچانک جائزہ لیا کرتے تھے، اسی دوران حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ مہمان خانہ کے سامنے والی سہ دری (جو کہ اُس وقت بطورِ درسگاہ استعمال ہوتی تھی) تشریف لائے، اس وقت صبح کی تعلیم سے فراغت پا کر طلبہ کی دوپہر کی چھٹی ہو چکی تھی اور دوپہر کا وقت تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اچانک درسگاہ میں بچھی ہوئی اس دری پر نظر پڑی جو مہمان خانہ میں آمدورفت کے دوران پاؤں لگنے سے اوپر کی طرف مڑی ہوئی اور چلنے کی وجہ سے کافی حد تک گھس گئی تھی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر استفسار فرمایا کہ ایسا کیوں ہے؟ جواب دیا گیا کہ مہمان خانہ میں آمدورفت کے دوران پاؤں بار بار لگنے اور ٹھوکر لگنے کی وجہ سے مڑ اور پھٹ گئی ہے، حضرت نے اس پر ایک اور سوال فرمایا کہ مہمان خانہ میں آمدورفت (بقیہ صفحہ ۵۸ پر ملاحظہ ہو)

مقالات ومضامین ترتیب:مفتی محمد رضوان

حضرت نواب عشرت علیخان قیصر صاحب کے خلفاء ومجازین

مشائخ وبزرگانِ دین اپنے مریدین کی ایک حدتک تربیت واصلاح ہوجانے کے بعد اجازتِ بیعت یااجازتِ صحبت عنایت فرماتے ہیں........''اجازتِ بیعت کا مطلب'' ایسی اجازت ہے جس میں دوسروں کی اصلاح اور بیعت وتلقین کرنے کا مجاز بنایا جاتا ہے اور''اجازتِ صحبت کا مطلب'' ایسی اجازت ہے جس میں دوسروں کو بیعت کرنے کی تو اجازت نہیں ہوتی لیکن صحبت وتعلیم کے ذریعہ سے تربیت واصلاح کے طریقہ کی اشاعت کا مجاز بنایا جاتا ہے (ملاحظہ ہو''مآ ثرحکیم الامت''ص ۱۸۶)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے''اجازتِ بیعت'' کی مثال''درسِ نظامی کی سند'' کے ساتھ دی ہے، کہ جس طرح درسی علوم سے فارغ ہونے پر''سندِ فراغت'' دی جاتی ہے،اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ طالب علم کو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہوگیا ہے، بلکہ صرف اس غالب گمان پر سند دی جاتی ہے کہ اس طالب علم کو بڑوں کی نظروں میں ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہوگئی ہے کہ اگروہ برابر درس ومطالعہ میں مشغول رہے تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اس کو کمال کا درجہ بھی حاصل ہوجائے گا، پھر اگروہ اپنی غفلت اور ناقدردانی سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضائع کردے تو اس کا الزام سند دینے والوں پر نہیں بلکہ خود اسی پر ہے،اسی طرح جو کسی کو بیعت کی اجازت دی جاتی ہے،اس میں بھی یہ بات ضروری نہیں کہ فی الحال ہی ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہوگیا ہے بلکہ اس غالب گمان پر اجازت دی جاتی ہے کہ اس کو شیخ کی نظر میں فی الحال ان اوصاف کا ضروری درجہ حاصل ہوگیا ہے،اور اگروہ برابر ان اوصاف کی تکمیل کی فکر اور کوشش میں لگا رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ آئندہ اس کو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہوجائے گا (ملاحظہ ہو''مآ ثرحکیم الامت''ص ۱۸۶)

جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم (المولود رجب المرجب ۱۳۳۸ھ 1920 عیسوی) کو بحمداللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی براہِ راست زیارت وبیعت کی سعادت حاصل ہے اور مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ سے اجازت وخلافت کی سعادت حاصل ہے، نیز حکیم الامت رحمہ

اللہ کے بیشتر خلفائے کرام کی زیارت وصحبت سے مستفید ہونے کا شرف بھی بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہے، حضرت والا مدظلہم نے بعض مریدین کو بیعت وتلقین کی اجازت اور بعض کو صحبت کی اجازت عنایت فرمائی ہے، اب تک کے خلفاء ومجازین کی فہرست درجِ ذیل ہے۔

اسمائے گرامی خلفائے کرام ومجازینِ بیعت

﴿۱﴾......حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجدہٗ (دارالافتاء دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴)

﴿۲﴾......مولانا محمد اسحاق قائم خانی صاحب زید مجدہٗ (محکمہ، پی، ایس، آر، او، کراچی یونیورسٹی)

﴿۳﴾......حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہٗ (ابنِ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ ومدیر ماہنامہ ''الحقانیہ'' ومہتمم، جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا)

﴿۴﴾......جناب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (مہتمم جامعہ عبداللہ بن عمر، سوا گجومتہ، فیروز پور روڈ، لاہور وابنِ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور)

﴿۵﴾......جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (ابنِ حضرت شیخ الحدیث موصوف صاحب)

﴿۶﴾......حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہٗ (شیخ الحدیث، جامعہ فریدیہ، ای، سیون، اسلام آباد)

﴿۷﴾......جناب مولانا قاری عتیق الرحمٰن صاحب زیدہ مجدہٗ (امام وخطیب: جامع مسجد کوہسار، ایف، سکس، تھری، اسلام آباد)

﴿۸﴾......جناب مولانا انعام اللہ صاحب زید مجدہٗ (مہتمم: مدرسہ اختریہ، مارگلہ ٹاؤن، اسلام آباد)

﴿۹﴾......جناب مولانا مفتی عبدالباری صاحب زید مجدہٗ جامعہ اشرفیہ سکھر (ابنِ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب سکھروی رحمہ اللہ)

﴿۱۰﴾......جناب محترم ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب زید مجدہٗ (ابنِ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھروی رحمہ اللہ، دارالشفاء، سکھر)

﴿۱۱﴾......محترم جناب مولانا مفتی محمد رضوان صاحب تھانوی زید مجدہٗ (مدیر: ادارہ غفران، راولپنڈی)

﴿۱۲﴾......مولانا مفتی محمد امجد صاحب زید مجدہٗ (معین مفتی ومدرس: ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی)

﴿۱۳﴾......مولانا مفتی محمد یونس صاحب زید مجدہٗ (// // // // // // // // // //)

﴿۱۴﴾......جناب مولانا غلام جیلانی صاحب زید مجدہٗ (جامعہ اشرفیہ، بخشن خان، تحصیل حاصل پور،

ضلع بہاولنگر)

﴿۱۵﴾...... جناب مولوی محمد یعقوب ایوب صاحب زید مجدہٗ (Yun Cun Ping) چین۔

﴿۱۶﴾...... جناب محمد ایاز صاحب زید مجدہٗ (محلّہ نوگزی، سفیدہ روڈ، بالمقابل سرسید پبلک سکول، مانسہرہ)

﴿۱۷﴾...... جناب محمد ظفر اللہ صاحب زید مجدہٗ (الاختر ٹرسٹ انٹرنیشنل، پشاور شہر)

﴿۱۸﴾...... جناب وحید الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ (عبدالرحمٰن جنرل سٹور، لیاقت بازار صدر، پشاور)

مجازِ صحبت

﴿۱﴾...... جناب صوفی محمد سلیم صاحب زید مجدہٗ (غوثیہ ورکشاپ، فیض آباد، مری روڈ، راولپنڈی)

ایک اہم اطلاع

مذکورہ حضرات کے اسمائے گرامی وہ ہیں، جو جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی یادداشت کے مطابق تصدیق شدہ ہیں، اگر کوئی اور صاحب حضرت والا دامت برکاتہم کے مجاز ہوں تو ان سے درخواست ہے کہ وہ تحریری اجازت نامہ کی نقل کے ساتھ اپنا مکمل پتہ ''ماہنامہ التبلیغ، ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، مفتی محمد رضوان صاحب کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کی طرف سے تمام مجازین کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے طریق پر مضبوطی سے قائم رہنے اور حضرت کے طریق کی اشاعت کی تاکید ہے۔

تصدیق حضرت والا دامت برکاتہم

''مناسب ہے، جزاک اللہ تعالیٰ، محمد عشرت علی خان قیصر عفی عنہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ''

ادارہ غفران ٹرسٹ راولپنڈی کے ترجمان

ماہنامہ ''التبلیغ'' کا علمی و تحقیقی سلسلہ

علماء، مشائخ، ماہرینِ علوم دینیہ اور اربابِ فقہ و افتاء کے لئے خصوصی پیش کش

دینی مدارس، علمی مراکز، اور دینی و تحقیقی اداروں کے لئے مفید سلسلہ

﴿پہلا شمارہ شائع ہو چکا ہے﴾

پیش کش: ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی ☎ 051-5507530

بسلسہ: تاریخی معلومات

مولوی سعید افضل/مولوی طارق محمود

ماہِ جمادی الاولیٰ: پہلی صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۱ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۱۳۴) ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے پہلے انصاری بچے آپ ہی تھے (مہاجرین میں ہجرت کے بعد پہلے پیدا ہونے والے بچے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے) آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مختلف عہدوں پر فائز رہے، پہلے دمشق کے قاضی اور پھر یمن کے امیر اور اس کے بعد کوفہ کے امیر رہے، یزید نے انہیں ''حمص'' کا گورنر مقرر کیا تھا، ۶۵ھ میں شہید ہوئے (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۹۲۶) ''الاصابہ ج۶ حرف النون میں ۲ھ کے شروع میں ان کی ولادت بیان کی گئی ہے''

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۲ھ: میں غزوۂ عشیرہ ہوا، اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی اقتصادی میدان میں کمر کمزور کرنے کے لئے کفار کے تجارتی قافلے کے تعاقب میں ۱۵۰ کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نکلے، عشیرہ کے مقام تک تعاقب (پیچھا) کیا، مگر قافلہ بہت آگے نکل چکا تھا، چنانچہ بغیر جنگ کے واپسی ہوئی، البتہ اس موقع پر بنی مدلج اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کا معاہدہ طے پایا (بخاری، غزوات النبی ص ۶۳، عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۶۷)

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۳ھ: میں غزوۂ بنی سلیم واقع ہوا (تقویم تاریخی ص۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ۲۵۰ صحابۂ کرام کے ساتھ بنو سلیم نامی قبیلہ کے لوگوں کی سرکوبی کے لئے نکلے، ادھر بنو سلیم کو جب اطلاع ہوئی تو منتشر ہو کر بھاگ گئے، اس موقعہ پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی ''كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ'' (سورۃ الحشر پارہ ۲۸) (ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوتے ہیں (جو دنیا میں بھی) اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں، اور (آخرت میں بھی) ان کے لئے دردناک عذاب (ہونے والا) ہے (بیان القرآن، عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۷۲، غزوات النبی ۱۸۵) ''وفی البدایۃ ۲ من الہجرۃ ج ۳''

□......ماہِ جمادی الاولیٰ ۴ھ: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ان کی وفات کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگ ماردی تھی، جس کے زخم کے اثر سے کچھ روز بعد انتقال ہوا، جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پڑھایا، اور قبر میں مرحوم کے والد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اتارا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۶۸)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳ ھ**: میں غزوۂ بنی قینقاع واقع ہوا، بنو قینقاع یہودیوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی، یہودیوں میں سب سے پہلے اسی جماعت نے عہد شکنی کی تھی، جب انہوں نے عہد شکنی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی طرف نکلے تو یہ لوگ قلعہ بند ہو چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن تک قلعہ کا محاصرہ فرمایا پھر چند حضرات سفارش پر ان کے جلا وطنی اور ان کے اموال ضبط کرنے کا فیصلہ فرمایا مگر قتل سے ان کو معاف رکھا (عہد نبوت کے ماہ سال میں راجح قول شعبان کے بجائے جمادی الاولیٰ کو قرار دیا گیا ہے، اور البدایہ میں شوال ۲ھ مذکور ہے)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۴ ھ**: میں حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، ان کا اصل نام عبداللہ بن عبد الاسد قرشی تھا، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلے انہی کے نکاح میں تھیں، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں کچھ ایسا زخم آیا تھا کہ ٹھیک نہ ہو سکا، اسی کے سبب موت واقع ہوئی (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۱۹۴، سیر الصحابہ حصہ اول، ص ۴۲۶)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۴ ھ**: میں غزوۂ ذات الرقاع ہوا (تقویم تاریخی ص ۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ قبیلہ غطفان سے مل کر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے، سواریاں کم اور سوار زیادہ ہونے کے باعث کثرت سے پیدل چلنے کی وجہ سے ناخن اکھڑنے اور پاؤں پھٹنے لگے تھے، جس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پاؤں پر کپڑے پھاڑ کر باندھے، اس وجہ سے اس کا نام ذات الرقاع پڑا، راستے میں دشمنوں سے سامنا ہو جانے اور نماز کا وقت بھی ہو جانے پر پہلی مرتبہ نمازِ خوف پڑھی گئی، جس کا تفصیلی حکم اور طریقہ سورۃ النساء کی آیت ۱۰۰ تا ۱۰۳ میں مذکور ہے (غزوات النبی ص ۳۰۳) ''وفی البدایۃ والنھایۃ ج ۴، قولان علی قول ۵ھ وعلی قول آخر ۴ھ''

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۵ ھ**: میں سریہ اور لشکر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پیش آیا، آپ کو ۱۵ اصحابۂ کرام کی امارت میں بنو ثعلبہ کی طرف موضع ''طرف'' میں بھیجا گیا، لیکن وہاں مقابلہ نہیں ہوا ۱۰۰ اونٹ مالِ غنیمت میں آئے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۹۴)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۶ ھ**: میں سریہ عیص ہوا، جہاد میں جہاں اللہ کا دین سب دینوں پر بلند کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں التزاماً کفر کو مغلوب کرنا بھی مقصود ہوا کرتا ہے، چنانچہ اسی کے پیشِ نظر کفار کے

تجارتی قافلوں کا بھی وقتاً فوقتاً تعاقب ہوتا رہا تاکہ اہلِ کفر کی اقتصادیات ومعیشت کمزور ہوجائے اور وہ اسلام کا مقابلہ نہ کرسکیں، لہٰذا اس مرتبہ حضرت زید بن حارثہ اور ان کے چند رفقاء رضی اللہ عنہم کو شام سے آنے والے کفار کے تجارتی قافلے پر حملہ کے لئے روانہ کیا گیا، مسلمانوں کی جماعت کفار اور ان کے اموال کو حراست میں لے کر درگاہِ نبوت حاضر ہوئی، کفار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے) مدینہ پہنچ کر ابوالعاص نے اپنی اہلیہ زینب بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ دی اور یہ اعلان بھی فرمایا کہ (مؤمنین میں سے ایک ادنیٰ آدمی بھی ذمہ داری اور پناہ دے سکتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی پناہ توڑتا ہے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام مسلمانوں کی لعنت ہے) اور ابو العاص کو ان کا ضبط شدہ مال بھی واپس کردیا گیا (عہد نبوت کے ماہ وسال ۲۱۳، غزوات النبی ص ۵۸۷، ایک قول کے مطابق یہ حملہ ابوجندل اور ابوبصیر رضی اللہ عنہما کی جماعت نے کیا تھا، غزوات النبی)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۷ھ**: میں فارس کا بادشاہ پرویز بن ہرمز قتل ہوا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کی بے حرمتی کی تھی اور اس کو چاک کردیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا فرمائی کہ ''اللہ اسے بھی اسی طرح چیر ڈالے'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے ''شیرویہ'' کو اس پر مسلط کیا اس نے تلوار سے اس کا پیٹ چاک کردیا، جس رات یہ قتل ہوا، اسی دن صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ معجزہ صحابۂ کرام کو خبر دی کہ آج رات کسریٰ پرویز کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرڈالا (البدایہ والنہایہ ج ۲ ما آل الیہ امر الفرس بالیمن، عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۲۴۷)

□...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۸ھ**: میں غزوہ موتہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل روم کی طرف ایک صحابی حضرت حرث رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تبلیغی خط روانہ فرمایا تھا، اس سفیر صحابی کو ہرقل کے گورنر شرجیل غسانی نے عالمی معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شہید کردیا تھا، اسی سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تقریباً تین ہزار مسلمانوں کا لشکر ہرقل کی دو لاکھ سے زائد فوج کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا، جب لشکر کوچ کرنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زید شہید ہوجائیں تو جعفر طیار کو امیر مقرر کرلینا جب جعفر شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر کرلینا اس کے بعد جب عبداللہ بن رواحہ شہید ہوجائیں تو جسے مناسب سمجھنا امیر مقرر کرلینا چنانچہ وہ سب شہید ہوئے جن کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، پھر ان کی شہادت کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وقت کردی گئی تھی، یہ لڑائی سات دن تک جاری رہی بالآخر مسلمان کامیاب وکامران ہوئے (غزوات النبی ص ۵۲۶، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۴ھ:** میں ''حمص'' اور ''بعلبک'' شہر فتح ہوئے (تقویمِ تاریخی ص ۴) ان شہروں پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا، راستے میں بعلبک شہر کو فتح کرتے ہوئے حمص شہر پہنچے، ہرقل بادشاہ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اہلِ حمص کو امداد پہنچائی جائے لیکن اس میں کامیاب نہیں ہوسکا، بالآخر اہلِ حمص نے مایوس ہو کر صلح کر لی (تاریخ اسلام از مولانا معین الدین ندوی ج ا ص ۱۷۹، تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ خان ج ا ص ۳۴۵) ''البدایہ والنہایہ ج ۷، وقعۃ حمص الاولیٰ میں ۱۵ھ میں اس واقعہ کا وجود پذیر ہونا بیان کیا گیا ہے، اور واقعہ بعلبک کا ذی قعدہ ۱۱ھ میں ہونا بیان کیا ہے''

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۴ھ:** میں انطاکیہ فتح ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۴) حلب شہر کو فتح کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ انطاکیہ کی طرف بڑھے، انطاکیہ ہرقل کا ایشیائی دارالحکومت تھا، یہاں پر ہرقل کے شاہی محلات تھے، اور کافی حفاظتی انتظامات بھی کیے ہوئے تھے، اس لئے مختلف اطراف سے عیسائی بھاگ بھاگ کر انطاکیہ میں پناہ گزین ہوئے، جب مسلمان انطاکیہ پہنچے تو انطاکیہ کے عیسائیوں نے باہر نکل کر مقابلہ کیا، اور شکست کھا کر شہر میں گھس گئے، مسلمانوں کے لشکر نے شہر کا محاصرہ کر لیا، بالآخر شہر والوں نے مجبور ہو کر جزیہ دینے کی شرط پر صلح کر لی (تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ خان صاحب ج ا ص ۳۴۶)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۷ھ:** میں ایران کا صوبہ ''اہواز'' فتح ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۵) ایرانیوں کے نامی گرامی سردار ہرمزان نے جنگ قادسیہ سے فرار ہو کر صوبہ اہواز کے شہر خوزستان میں ڈیرہ ڈال دیا، اور مسلمانوں کے خلاف فوجیں جمع کرنا شروع کیں، کوفہ و بصرہ کی اسلامی چھاؤنیوں سے اسلامی فوج نے اس پر حملہ کر کے اس کو شکست دی، لیکن اس نے دوبارہ بغاوت کی، کئی مرتبہ بغاوت کے بعد یہ گرفتار ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہو کر اس نے اسلام قبول کر لیا (تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ خان ج ا ص ۳۵۴)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۹ھ:** میں عراق کا مشہور شہر تکریت فتح ہوا (تقویم تاریخی ص ۵) تکریت میں ایک ایرانی صوبہ دار نے رومیوں کو ساتھ جمع کیا، تاکہ مسلمانوں سے مقابلہ کیا جائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن المعتم کو پانچ ہزار کے لشکر کے ساتھ تکریت بھیجا، انہوں نے تکریت کا محاصرہ کیا، خونریز جنگ کے بعد عیسائیوں کو شکستِ فاش ہوئی ''تاریخ اسلام از مولانا اکبر شاہ خان ج ا ص ۳۵۱ میں فتح تکریت کا سن ۱۷ھ اور البدایہ والنہایہ ج ۷ فتح تکریت والموصل میں سن ۱۶ھ میں اس کا وقوع بیان کیا ہے''

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۳۵ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵) آپ اصحابِ صفہ کے معلم تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی محبت تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں شام پر لشکر کشی کرنے والوں میں شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بقول انہیں ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو فلسطین کا قاضی بھی بنایا، شام کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کا نائب گورنر بنایا، ۷۲ سال کی عمر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں انتقال ہوا''صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۸۱۰ اور الاصابہ ج ۳ حرف العین المھملہ میں سنِ وفات ۳۴ھ ذکر کیا گیا ہے''

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۹) آپ دشمنِ اسلام امیہ بن خلف کے بیٹے تھے، امیہ بن خلف جب بدر میں مارا گیا تو حضرت صفوان ان کا بدلہ لینے کے لئے بہت بے چین تھے اور اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے سخت دشمنی رکھتے تھے، فتح مکہ کے بعد جدہ فرار ہو گئے، حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کی امان پر واپس آئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مہلت لے کر مکہ میں قیام کیا، لیکن اسلام قبول نہیں کیا، غزوۂ طائف کے بعد اسلام قبول کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں انتقال ہوا (سیر الصحابہ ج ۷ ص ۱۰۰)''الاصابہ ج ۳ حرف الصاد المھملہ میں ان کی وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ہونا بیان کی گئی ہے''

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۴۴ھ**: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت امِ حبیبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۱۱) آپ حضرت ابوسفیان کی بیٹی تھیں، حبشہ کی طرف اپنے سابقہ شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ ہجرت کی، لیکن عبید اللہ وہاں جا کر عیسائی بن گئے، عدت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا، نجاشی (شاہِ حبشہ) نے نکاح پڑھایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مہر ادا کیا، حبشہ سے جب مدینہ منورہ آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے، آپ سے تقریباً ۶۵ روایتیں منقول ہیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں انتقال ہوا، اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئیں (الاصابہ، کتاب النساء، حرف الراء، سیر الصحابیات ج ۶ ص ۸۲)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۳) ہجرتِ مدینہ کے بعد اسلام قبول کیا، اور اکثر غزوات میں شریک ہوئے، ایک غزوے میں آپ کا ایک ہاتھ بھی شہید ہو گیا تھا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب کوفہ آباد ہوا تو کوفہ چلے گئے، ۵۱ھ میں مدینہ واپس آئے اور مدینہ ہی میں انتقال ہوا (الاصابہ ج ۵ حرف الکاف، صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۹۱۹)

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۶۷ھ**: میں صحابیٔ رسول حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۱۷) آپ قبیلہ ''بنو طے'' کے رئیس تھے، ۹ھ میں حضور نے ۵۰ مجاہدین کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ ''بنی طے'' کی طرف بھیجا، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ڈر سے فرار ہوگئے،، باقی لوگوں نے ہتھیار ڈال دیے، جنگی قیدیوں میں آپ کی بہن سفانہ بن حاتم بھی تھیں، ان کی سفارش پر ان کو اور ان کے قبیلہ کے تمام قیدیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا فرما دیا، سفانہ بن حاتم حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں، اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی دعوت دی، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے بعد اسلام قبول کرلیا، عراق اور شام کی جنگوں میں شریک ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں گوشہ نشین رہے جنگِ جمل اور صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے، آخری عمر میں کوفہ میں گوشہ نشین ہوگئے، ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات ہوئی (صحابہ انسائیکلو پیڈیا ص ۱۰۱۹) ''الاصابہ ج ۴ حرف العین المہملہ میں سنِ وفات ۶۸ھ بیان کیا گیا ہے''

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ**: میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۹) شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت ہی سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دل میں شریروں کے مقابلہ میں خلافتِ حقہ کے نفاذ کی امنگ و آرزو پیدا ہوچکی تھی، جس کی برابر کوششوں میں کبھی یزیدی فوج اور کبھی حجاج اور عبدالملک سے مقابلے رہے، تاہم ایک روایت کے مطابق ۹ سال تک حجاز میں آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم رہی، بالآخر عبدالملک بن مروان کے گورنر حجاج بن یوسف ثقفی کی فوج کے ساتھ مردانہ وار جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے، ظالم حجاج نے آپ کا سر عبدالملک کے پاس شام بھیج دیا اور لاش برسرِ عام لٹکا دی، ان کی والدہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا گزر بیٹے کی لٹکی ہوئی لاش پر سے ہوا تو فرمایا کہ اس شہسوار کا سواری سے اترنے کا وقت ابھی نہیں آیا، اس کے بعد عبدالملک کے کہنے پر حجاج نے لاش حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے کردی (البدایۃ ۷۳ھ ج ۸) ''تاریخِ ملت ج ۱ ص ۵۵۵ اس میں جمادی الاخریٰ ۲ھ میں شہادت کا ذکر ہے''

□......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۸۵ھ**: میں عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں بعض مؤرخین کے نزدیک آذربائیجان کے شہر ''اردبیل'' کی تعمیر ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲۲) لیکن اس کا نام اسلام سے بہت پہلے ملتا ہے، غالباً یہ شہر اسلامی دور میں ویران ہوچکا تھا، اور عبدالعزیز بن ابی حاتم باہلی کے اہتمام سے دوبارہ آباد ہوا (تاریخ اسلام از مولانا معین الدین ندوی ج ۱ ص ۴۵۲)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

مفتی محمد امجد

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۴)

حضرت صالح علیہ السلام کے سیرت وکردار کی جو جھلک پیچھے پیش کی گئی ہے، دعوتِ حق کی بجا آوری میں ان کی اس مثالی سیرت اور آئیڈیل کردار کے نمونے قرآن مجید میں جابجا موتیوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں اور عامۃ الناس کو بالعموم اور داعیانِ حق اور خدامِ دین کو بالخصوص دینِ حق کی تبلیغ واشاعت کا اسلوب وانداز اور طریقہ کار بتلاتے ہیں، یہ تو قرآن مقدس کے اس اہم قصے کا ایک پہلو ہوا، دوسرا پہلو ماضی کی اس عبرت انگیز داستان کا آیاتِ بینات کی روشنی میں خود قومِ ثمود کا طرزِ زندگی اور دعوتِ حق کے ردّعمل میں ان کا طرزِ عمل ہے، قومِ ثمود کے طرزِ زندگی پر تو پیچھے کافی حد تک روشنی پڑ چکی ہے یہاں دعوتِ حق کے ردِعمل میں ان کے طرزِ عمل کی مزید تفصیل خود آیاتِ قرآنیہ کے ترجمہ وتشریح کے ضمن میں پیش کی جاتی ہے، قرآن مجید میں اس قصے کے دونوں رُخ (یعنی نبی کی دعوت اور قوم کا جواب) پہلو بہ پہلو متوازی چل رہے ہیں، جیسا کہ امِم سابقہ کے دیگر قصص میں بھی قرآن کا یہی اسلوب ہے، اس طرح نبی اور قوم کے درمیان ہونے والے مباحثوں، مکالموں اور معاملات میں آگ اور پانی کا اجتماع نظر آتا ہے، یا گل وخار، صرصر وصبا اور ظلمت وضیاء کا تلاطم وتصادم فکر ونظر میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔

بس اب اے قارئین باتمکین! اس داستانِ عبرت پر مشتمل قرآنی جواہر پاروں سے ہی آپ اپنے قلب ونظر کو جلاء، ایمان کو حرارت اور جذبۂ عمل کو مہمیز بخشیں۔

آیات کے الفاظ کی تلاوت سے روح کو بالیدگی اور معانی ومراد کے مطالعہ سے علم کو آسودگی فراہم کریں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَاءَ تْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَاذْکُرُوْا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَکُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُھُوْلِھَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فَاذْکُرُوْا اٰلَاءَ اللّٰہِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ

مِّنۡ رَّبِّہٖ قَالُوۡااِنَّا بِمَا اُرۡسِلَ بِہٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ۝ قَالَ الَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡا اِنَّا بِالَّذِیۡ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ
کَافِرُوۡنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَۃَ وَعَتَوۡعَنۡ اَمۡرِ رَبِّہِمۡ وَقَالُوۡا یٰصَالِحُ ائۡتِنَا بِمَاتَعِدُنَا اِنۡ کُنۡتَ
مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝ فَاَخَذَتۡہُمُ الرَّجۡفَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِہِمۡ جٰثِمِیۡنَ ۝ فَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ
وَقَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسَالَۃَ رَبِّیۡ وَنَصَحۡتُ لَکُمۡ وَلٰکِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِیۡنَ
۝ (سورہ اعراف)

ترجمہ: ثمود کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا، اس نے کہا کہ اے بھائیو! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس اللہ کی نشانی (دلیل) آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی ہے، اس کو اللہ کی زمین میں کھلا چرنے دو اس کو دق (تنگ) نہ کرو، ورنہ ایک دردناک عذاب تمہیں آن لے گا، اور یاد کرو اللہ کے اس احسان کو کہ اس نے عاد کے بعد تم کو خلافت بخشی اور ملک میں تم کو جگہ عنایت کی جس کے میدانی خطوں میں تم محل اور پہاڑی علاقوں میں (چٹانیں) کاٹ تراش کر مکانات بناتے ہو، اللہ کی عنایتوں (احسانات وانعامات) کو یاد کرو اور ملک میں فساد کرتے نہ پھرو، اس کی قوم کے مغرور و متکبر سرداروں نے قوم کے ضعیف و کمزور لوگوں سے جو کہ ایمان لا چکے تھے پوچھا، کیا تم واقعی صالح کے اپنے رب کی طرف سے پیغمبر ہونے پر یقین رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں بے شک صالح جس پیغام کے ساتھ بھیجے گئے ہیں اس پر ہمارا ایمان ہے، مغروروں نے کہا کہ تم جس پر ایمان لاتے ہو ہم اس کے منکر ہیں، اس کے بعد انہوں نے اونٹنی کی کونچیں (ٹانگیں) کاٹ ڈالیں، اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کی اور صالح سے کہا اے صالح! اگر تم پیغمبر واقع میں ہو تو جس عذاب کے آنے سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ لے آؤ، پس زلزلے نے آ کر ان کو پکڑ لیا اور وہ اپنی جگہ پر اوندھے ہو کر رہ گئے، صالح نے ان کی جانب سے منہ پھیر لیا اور کہا بھائیو! میں اپنے اللہ کا پیغام یقیناً پہنچا چکا اور تمہاری خیرخواہی کر چکا، لیکن تم اپنے خیرخواہوں کو پسند نہیں کرتے۔

✪......عبرت و بصیرت

سورہ اعراف کی ان مذکورہ آیات میں اس قوم کی تاریخ کے کئی اہم پہلو مذکور ہیں ان میں سے بعض چیزوں

Idara Ghufran

کی تفصیل تو پیچھے ذکر ہو چکی، دو چیزیں مزید یہ ہیں:

(۱)......ایک تو اللہ کی اونٹنی کا ذکر ان آیات میں آیا ہے (۲)......دوسرے قوم کے رئیسوں اور معاشرے کے اونچے طبقات کا قوم کے غریب و کمزور لیکن سلیم الفطرت لوگوں سے جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے بحث مباحثہ اور نوک جھونک کا ان آیات میں نقشہ کھینچا گیا ہے ان چیزوں کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے۔

✪......نَاقَـةُ اللهِ (اللہ تعالیٰ کی اونٹنی)

اللہ تعالیٰ کی اونٹنی سے مراد یہاں وہ عجیب وغریب اونٹنی ہے جو قوم کے مطالبے کے جواب میں حضرت صالح علیہ السلام کی دعا سے بحکمِ الٰہی بطورِ معجزہ کے ایک پہاڑ کی چٹان سے برآمد ہوئی تھی، چونکہ یہ اونٹنی اس عالمِ اسباب میں تخلیق و پیدائش کے اسبابِ عادیہ کے برخلاف جو کہ تمام حیوانات میں توالد وتناسل کی صورت میں جاری ہے محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے بغیر کسی ظاہری سبب کے آناً فاناً چٹان سے نکلی تھی جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے، اس لئے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرما دی یعنی اللہ کی اونٹنی، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، چنانچہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ان کو فرمایا گیا ہے اور مسجد حرام کو بیت اللہ فرمانا بطورِ شرف و اعزاز کے ہے۔

اس معجزہ سے مقصود یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی کی حقانیت و صداقت کا ایک بدیہی اور واضح نشان بن جائے، اس کو دیکھ کر جس کی طبیعت میں ذرا بھی سلامتی اور انصاف ہو اور عقل و شعور کے تقاضوں کی کچھ اہمیت ہو تو وہ گمراہی سے نکل کر ہدایت قبول کرے گا اور جو ہٹ دھرم، سرکش اور نفسانیت میں پورے طور پر ڈوبے ہوئے ہیں ان پر حجتِ خداوندی تمام ہو جائے گی اور اللہ کے ہاں کسی عذر کا موقعہ نہ رہے گا۔

اس اونٹنی کے واقعہ کی کچھ تھوڑی سی مزید تفصیل یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی جوانی کے زمانہ سے ہی اپنی قوم کو دعوتِ توحید دینا شروع کی اور برابر اس میں لگے رہے یہاں تک کہ بڑھاپے کے آثار شروع ہو گئے، حضرت صالح علیہ السلام کی مستقل مزاجی کے ساتھ بار بار کی دعوت کو بجائے قبول کرنے کے قوم نے تنگ آ کر نبی کو تنگ کرنے اور اس دعوت سے چھٹکارا پانے کے لئے یہ طے کیا کہ ان سے کوئی ایسا بے سروپا مطالبہ کرو جس کو یہ کسی طرح بھی نہ پورا کر سکیں اور تھک ہار کے بیٹھ جائیں، پس انہوں نے یہ

مطالبہ کیا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو فلاں پہاڑی جس کا نام ''کاتبہ'' تھا اس کے اندر سے ایسی اونٹنی نکال دیجئے جو دس مہینہ کی گابھن ہو اور قوی وتندرست ہو، حضرت صالح علیہ السلام نے اول ان سے عہد لیا کہ میں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہارا یہ وعدہ پورا کردوں تو تم سب مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لے آؤ گے، جب سب نے اس بات کا معاہدہ کرلیا تو حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، دعا کرتے ہی پہاڑ کے اندر جنبش پیدا ہوئی اور ایک بڑی چٹان پھٹ کر اس میں سے ایک اونٹنی اُسی طرح کی نکل آئی جیسا کہ مطالبہ ہوا تھا، حضرت صالح علیہ السلام کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر قوم کے کچھ لوگ تو اسی وقت بلاتردد مسلمان ہوگئے اور باقی قوم کے اکثر لوگوں نے بھی ارادہ کرلیا کہ اسلام لے آئیں، مگر قوم کے کچھ بڑے بڑے سردار اور لیڈر جو بت پرستی اور نفس پرستی کے امام اور شیطان کے پیروکار تھے اور قوم کے اسلام لانے کی صورت میں ان کو اپنی قیادت داؤ پر لگتی نظر آرہی تھی انہوں نے قوم کو بہکا کر اسلام قبول کرنے سے روک دیا، حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم نے عہد شکنی کرلی اور خطرہ ہوا کہ اس کی پاداش میں ان پر کوئی عذاب آجائے گا تو پیغمبرانہ شفقت کی بناء پر ان کو یہ نصیحت فرمائی کہ اس اونٹنی کی حفاظت کرو اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ، تو شاید تم عذاب سے محفوظ رہو ورنہ فوراً تم پر عذاب آجائے گا، یہی مضمون سورۂ اعراف کی مذکورہ آیات کے اس حصے میں بیان ہوا ہے'' هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ''

چونکہ یہ اونٹنی قوم کے مطالبے کے مطابق بہت عظیم الجثہ اور قوی الخلقت تھی اس لئے اس کے چارا پانی کا استعمال بھی دوسرے جانوروں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھا، چارہ تو وہ اللہ کی وسیع زمین میں عام چرا گاہوں اور سبزہ زاروں سے کھاتی تھی، جس کا قوم ثمود پر کچھ بوجھ نہ تھا، اس لئے حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اس کے چارے میں کسی طرح کا رخنہ ڈالنے سے منع فرمادیا تھا، جیسا کہ ''فذروہا تاکل فی ارض اللہ'' کے مذکورہ الفاظ سے واضح ہے...... البتہ پانی وہ اسی کنویں سے پیتی تھی جس سے قوم ثمود پانی پیتے پلاتے تھے، مگر یہ عجیب الخلقت اونٹنی جب پانی پیتی تھی تو پورے کنویں کا پانی ختم کردیتی تھی اس مشکل کا حل حضرت صالح علیہ السلام نے باذنِ الٰہی یہ نکالا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی اور دوسرے دن قوم کے سب لوگ پانی لیں گے اور اپنے مویشیوں کو پلائیں گے اور جس دن یہ اونٹنی پانی پیتی تھی تو ان لوگوں کو اس

اونٹنی کا دودھ اتنی مقدار میں مل جاتا تھا کہ وہ اپنے سارے برتن اس سے بھر لیتے تھے، اس طرح ایک دن پانی سے محرومی کی تلافی اس سے زیادہ قیمتی چیز سے کردی گئی......قرآن مجید میں دوسری جگہ اس تقسیم کا ذکر اس طرح آیا ہے ''وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ '' (سورۃ القمر آیت ۲۸) یعنی صالح آپ اپنی قوم کو بتلا دیں کہ کنویں کا پانی ان کے اور ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) کے درمیان تقسیم ہوگا ہر ایک اپنی باری پر ہی پانی لینے کے لئے حاضر ہوگا، تفاسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تقسیم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی نگرانی تھی تا کہ کوئی اس کے خلاف نہ کر سکے، اور ایک ایک دن کی تعیین کا ذکر بھی قرآن مجید میں صراحتاً آیا ہے ''هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ '' (سورۃ الشعراء آیت ۱۵۵) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے ایک دن پانی پینے کا حق اس کا ہے اور دوسرے دن کا پانی تمہارے لئے مقرر و معین ہے، لیکن افسوس کہ قوم اس معاہدے کو ایک حد سے زیادہ نہ نبھا سکی، اور اونٹنی پر انہوں نے دست درازی کی جس کا نتیجہ بالآخر ان کے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر نیست و نابود ہونے کی صورت میں نکلا ''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَمِنْ شَرِّعِبَادِكَ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ '' (جاری ہے......)

بسلسلہ: صحابہ کے سچّے قصے

ابوعبداللہ

صحابیٔ رسول حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف کے ایک بھائی کا نام اسد بن ہاشم تھا اسد بن ہاشم نے اپنی بیٹی فاطمہ بنت اسد کو عبدالمطلب کے فرزند ابی طالب بن عبدالمطلب کے نکاح میں دے دیا تھا...... یہ ابی طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تقریباً پینتیس برس بڑے تھے، ابو طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد اُن کی وصیت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا ذمہ لیا تھا......اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابو طالب کی وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہ بنی رہیں اور بعد میں ایمان بھی لے آئیں، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات پر اپنی قمیص مبارک ان کے کفن میں شامل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں بطور تبرک کے داخل ہوئے اور لیٹ گئے

حضرت فاطمہ بنت اسد کے بطن سے ابو طالب کے یہاں چار بیٹے ہوئے سب سے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا جن سے آگے نسل تو نہیں چلی لیکن انہی کے نام پر ان کی کنیت ابو طالب تھی ورنہ ان کا اپنا اصلی نام تو عبدِ مناف اور عبدالکعبہ تھا...... طالب سے دس سال چھوٹے عقیل تھے، عقیل سے دس سال چھوٹے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھے اور ان سے دس سال چھوٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ اعلانِ نبوت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر قریباً دس سال تھی اس طرح حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا زاد بھائی اور عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً دس برس چھوٹے تھے

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اپنے باقی دونوں بھائیوں کے بعد حلقۂ اِسلام میں داخل ہوئے......غزوہ بدر میں آپ مشرکین کے ساتھ جنگ میں شامل ہوئے اور شکست کے بعد گرفتار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ دیکھو میرے گھرانے میں سے کون کون لوگ گرفتار ہو کر آئے ہیں۔ آپ نے معلوم کر کے عرض کیا کہ نوفل، عباس اور عقیل گرفتار ہو کر آئے ہیں، یہ سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود چل کر ان لوگوں کو دیکھنے آئے، اور حضرت عقیل سے بات چیت بھی فرمائی، بعد میں جب بدر کے قیدیوں کے متعلق فدیہ لے کر چھوڑنے کا فیصلہ ہوا تو حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کا فدیہ ان کے مخلص و نادار ہونے کی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے ادا کیا، اور ان کو آزاد کرایا (ابن سعد) آزاد ہو کر مکہ واپس آئے

اور سابقہ عقیدہ پر ہی رہے، تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل اسلام کی طرف شروع سے ہی مائل تھا، لیکن مشرکین مکہ کے خوف سے اسلام قبول کرنے سے باز رہے، سن ۸ ھ میں اسلام قبول کر کے ہجرت فرمائی۔

آپ تینوں بھائی اس ترتیب سے ایمان لائے کہ سب سے پہلے سب سے چھوٹے بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر اُن سے بڑے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ پھر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ایمان لائے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت محبت کرتے تھے، فرماتے تھے کہ ''ابوزید (آپ کی کنیت) مجھے تمہارے ساتھ دوہری محبت ہے، ایک قرابت کے سبب سے دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تمہیں محبوب رکھتے تھے'' (اسد الغابہ، تہذیب الکمال بحوالہ سیر الصحابہ ج ۲)

حضرت عقیل کے ایک صاحبزادے کا نام مسلم بن عقیل تھا جنہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ سے کوفہ بھیجا تھا تاکہ وہ لوگوں سے ان کے لئے بیعت لیں لیکن انہیں عبیداللہ بن زیاد نے گرفتار کر کے شہید کروادیا تھا۔

آپ غزوۂ موتہ میں بھی شریک ہوئے بعض روایات میں غزوۂ حنین میں بھی آپ کی شمولیت کا ذکر ملتا ہے، اور یہ کہ حنین کے معرکہ میں جب بہت سوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو آپ تب بھی ثابت قدم رہے۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور تک آپ کے حالات محفوظ نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف ونزاع کے دور میں آپ کا تذکرہ ملتا ہے کہ اپنے بعض مصالح کی بناء پر (نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی ناراضگی کی وجہ سے) شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کے اپنے پاس آنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنی حقانیت کی دلیل بتلایا، تو آپ نے صاف کہہ دیا کہ میرا بھائی دین کے لئے بہتر ہے اور تم دنیا کے لئے۔

✪......نکاح واولاد

مختلف اوقات میں آپ کی پانچ شادیوں کا ذکر ملتا ہے جن سے چودہ اولادیں ہوئیں، اس کے علاوہ بعض باندیوں کے بطن سے بھی آپ کی چند اولادیں ہوئیں۔

✪......وفات

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر عہد یا یزید کے ابتدائی زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

مفتی منظور احمد (فیصل آباد)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

آدابِ تجارت (قسط۴)

(۸)......دھوکہ بازی اور ملاوٹ سے اجتناب

تجارت میں برکت اور آخرت کے وبال سے بچنے کے لئے ہر قسم کی دھوکہ بازی اور ملاوٹ سے احتراز کرنا اور بچنا بھی لازم ہے، قرآن وسنت میں جگہ جگہ اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں دھوکہ بازی اور فریب کاری کو منافقین کی علامت قرار دیا گیا ہے (سورۂ بقرہ آیت ۹ وسورۂ نساء آیت ۱۴۲)

❀ ......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گذرے، آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس ڈھیر کے اندر داخل کیا، تو آپ کی انگلیوں میں تری آ گئی، آپ نے غلہ والے سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا یارسول اللہ! اس پر بارش برسی تھی جس سے یہ گیلا ہو گیا تھا، آپ نے فرمایا! تم نے گیلے غلہ کو اوپر کیوں نہ کیا؟ تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ یہ گیلا ہے، پھر آپ نے فرمایا:

''مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا'' **ترجمہ:** ''جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں'' (ترمذی، کراہیۃ الغش فی البیوع)

❀ ......ایک روایت میں فرمایا گیا ہے ''جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں اور دھوکہ اور فریب جہنم میں لے جانے والی ہیں'' (ترغیب ج۴ ص۳۸)

❀ ......حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص کسی عیب دار چیز کو ظاہر کئے بغیر فروخت کر دے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے'' (ترغیب ج۴ ص۴۰)

❀ ......حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ غلے کے پاس سے گذرے جسے مالک نے اوپر سے بڑا عمدہ کر کے رکھا ہوا تھا، جب آپ ﷺ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو اندر خراب غلہ تھا اس پر آپ نے فرمایا، عمدہ کو الگ کر کے اور گھٹیا کو الگ کر کے فروخت کرو کیونکہ (یہ دھوکہ ہے) جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (ترغیب ج۴ ص۳۷)

❀ ......ایک روایت میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''لَا تَشُوْلُوْا اللَّبَنَ بِلَيْعٍ'' **ترجمہ:** ''دودھ کو بیچنے

کے لئے اس میں ملاوٹ نہ کرو‘‘ (ترغیب ج ۴ ص ۳۸)

❀ ......حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مقامِ حرہ کے ایک محلّہ سے گزرے، وہاں ایک شخص بیچنے کے لئے دودھ اٹھا کر لے جارہا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے دودھ میں پانی ملاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تیری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تجھے قیامت کے دن کہا جائے گا پانی کو دودھ سے جدا کرو (ترغیب ج ۴ ص ۳۸)

❀ ......ایک شخص نے تین سو درہم کے بدلے اونٹ بیچا جس کے پاؤں میں کچھ عیب تھا، ایک صحابی واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے تھے، پہلے انہوں نے توجہ نہ کی، جب ان کو معاملہ کا پتہ چلا تو خریدار کے پیچھے دوڑے اور کہا، اس کے پاؤں میں عیب ہے، خریدار واپس آیا اور اونٹ واپس کر کے تین سو درہم بائع (فروخت کنندہ) سے واپس لے لئے، بائع (فروخت کنندہ) نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے میرا معاملہ کیوں خراب کیا؟ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو بیچے اور اس کا عیب چھپائے اور دوسرا شخص جو اسے جانتا ہو اس کے لئے بھی حلال نہیں ہے کہ خریدار کو اس کی اطلاع نہ کرے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات پر بیعت لی ہے کہ ہم مسلمانوں کی خیر خواہی کریں اور ان پر شفقت کریں اور عیب چھپانا خیر خواہی نہیں ہے (کیمیائے سعادت وترغیب ج ۴ ص ۳۹)

بیچنے والے کو اپنی چیز کی تمام صفات کو بیان کر دینا اور خریدنے والے کے لئے اپنی قیمت کی حقیقت واضح کرنا تجارت میں برکت کا باعث ہے اور چھپانا بے برکتی کا باعث ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَاِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا (بخاری، کتاب البیوع حدیث نمبر ۲۰۷۹)

ترجمہ: ’’اگر وہ دونوں سچ بولیں اور پوری حقیقت بتادیں تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے، اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب کو چھپائیں تو ان کی بیع مٹادی جاتی ہے‘‘

فائدہ: برکت کا معنیٰ امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ مال تھوڑا ہو اور اس سے نفع زیادہ ہو، کئی لوگوں کو اس سے راحت ہو اور اس سے بہت سے خیر کے کام سرانجام ہوں اور بے برکتی یہ ہے مال بہت زیادہ ہونے کے باوجود اس سے نفع نہ ہو، راحت نصیب نہ ہو، مقصد پورا نہ ہو، اور کارِ خیر انجام نہ پائیں، ایسا مال عموماً دنیا اور آخرت میں تباہی کا باعث بنتا ہے (کیمیائے سعادت)

❁......حضور اقدس ﷺ نے حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے غلام خرید کر انہیں جو وثیقہ (عہد نامہ) لکھوا کر دیا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے معاملہ میں کس طرح سچائی، امانت، دیانت، اور صفائی ہونی چاہئے، اس وثیقے کا پہلا جملہ یہ ہے ھٰذَا مَا اشْتَرٰی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مِنْ عَدَاءِ بْنِ خَالِدٍ یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ نے عداء بن خالد سے خریدی ہے، دوسرا جملہ یہ ہے بَیْعُ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ یہ مسلمان کی مسلمان کے ساتھ بیع ہے، یہ بڑا عجیب جملہ ہے کیونکہ اس میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان کی بیع ایسی ہی ہونی چاہئے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں دونوں طرف مسلمان ہیں، لہٰذا اس میں امانت، دیانت، اور اخلاق سب چیزیں جمع ہیں، اور کسی بدعنوانی، بددیانتی، دھوکہ، فریب، اور خیانت کا شائبہ نہیں، پھر اس جملے کی تفصیل کی گئی، جس میں پہلی بات یہ ہے کہ ''لَادَاءَ'' جو غلام بیچا جارہا ہے اس میں کوئی بیماری نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے ''لاخبثة'' یعنی اس پر بائع کو جو ملکیت حاصل ہوئی تھی وہ حرام اور ناجائز طریقے سے حاصل نہیں ہوئی، بلکہ حلال اور جائز طریقے سے حاصل ہوئی ہے، تیسری بات یہ ہے کہ ''لاغائلة'' جس کا معنیٰ بعض حضرات نے یہ کیا ہے کہ اس میں کوئی دھوکہ نہیں ہے اور بعض حضرات نے اس کا معنیٰ یہ بیان کیا ہے کہ اس غلام میں زنا، چوری چکاری، اور بھاگ جانے کی عادت نہیں ہے (انعام الباری ج۶ ص۱۳۲)

❁......امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مال کا عیب خریدار سے نہ چھپایا جائے، بلکہ ساری حقیقت بتادی جائے، اگر کوئی شخص چھپائے تو دغاباز ہوگا، نصیحت سے دستبردار ہوگا، ظالم اور گناہ گار ہوگا، اور اگر اوپر کی تہہ دکھائے یا اندھیرے میں کپڑا دکھائے تاکہ اچھا نظر آئے یا جوتوں اور موزوں میں سے ایک پیر دکھائے تو بھی ظالم اور دغاباز ہوگا...... یہ سمجھ لو کہ دغابازی سے روزی بڑھتی نہیں بلکہ مال میں برکت ختم ہوجاتی ہے اور برخورداری نہیں رہتی، عیاری سے رفتہ رفتہ جو کچھ ہاتھ لگتا ہے، اچانک کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے وہ سب کچھ ضائع ہوجاتا ہے اور اس شخص کا سا حال ہوجاتا ہے جو دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا، اچانک سیلاب آیا اور گائے کو بہا کرلے گیا، اس کے لڑکے نے کہا آپ جو دودھ میں تھوڑا تھوڑا پانی ملایا کرتے تھے، وہ سب اکٹھا ہوا اور گائے کو بہا کرلے گیا...... برکت اور مال میں زیادتی امانت داری سے ہوتی ہے کیونکہ جو شخص امانت دار مشہور ہو، ہر شخص اس سے معاملہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اسے بہت فائدہ ہوتا ہے، اور جو شخص خیانت کے ساتھ مشہور ہو اس سے سب لوگ عذر کرتے ہیں (کیمیائے سعادت)

❁......حضرت عبدالحمید بن محمود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں

حاضر تھا، اسی دوران کچھ لوگ آئے، اور اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم لوگ حج کے لئے گئے تھے جب مقامِ ''ذوالصفاح'' تک پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے قبر کھودنا شروع کی، جب قبر کھودی گئی، تو اچانک ایک کالا سانپ قبر سے نکل آیا، جو اتنا بڑا تھا کہ اس سے پوری قبر بھر گئی، ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی یہی منظر دیکھنے میں آیا، کہ قبر تیار ہوتے ہی ایک کالے ناگ نے قبضہ جمالیا، ہم نے اس قبر کو بھی چھوڑ دیا، اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ سانپ اس مُردے کا عمل ہے، جو وہ دنیا میں کیا کرتا تھا، خدا کی قسم! اگر تم تمام روئے زمین کو کھود ڈالو تو ہر جگہ اس سانپ کو پاؤ گے، اس لئے انہی میں سے ایک قبر میں اس کو دفن کردو، چنانچہ ہم نے اسے ایک قبر میں دفن کردیا، سفرِ حج سے واپسی پر اس کی بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ غلے کی تجارت کیا کرتا تھا، اور ہر روز مال تجارت میں سے اپنے گھر کے خرچ کے لئے جتنا غلہ نکالتا تھا اتنا ہی گھانس پھونس اور تنکے اس غلے میں ملا کر فروخت کردیتا تھا، یہی عمل اس کے عذابِ قبر کا باعث بنا (موت کا جھٹکا ص ۲۱۸)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دھوکہ بازی، ملاوٹ اور خیانت کتنا گھناؤنا اور خطرناک گناہ ہے، مگر افسوس کہ یہ گناہ بھی آج ہماری تجارت کا لازمی جزو بن چکا ہے، عیب دار چیز کا عیب بتائے بغیر عمدہ چیز کی قیمت میں فروخت کرنا، ادنیٰ کوالٹی کی چیز کو اعلیٰ کوالٹی کی ظاہر کر کے بیچنا، ملکی چیزوں پر غیر ملکی کمپنیوں کی مہر لگا کر فروخت کرنا، گاہک کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر اس کی مطلوبہ چیز کی جگہ ناقص چیز دے دینا، فروخت کنندہ کی لاعلمی کی بناء پر زیادہ قیمت والی چیز اس سے انتہائی کم قیمت پر لینا، گھٹیا قسم کی اشیاء مثلاً پتی، مرچوں وغیرہ کو کلر کر کے اور سینس لگا کر اعلیٰ قسم کی قیمت پر فروخت کرنا، دودھ اور دیگر اشیاء میں ملاوٹ کرنا، جعلی نوٹ اور سکے چھاپنا اور چلانا، دوسرے کی چیز بغیر اجازت کے یا چوری کر کے اپنی ظاہر کر کے فروخت کرنا اور اس کے علاوہ بے شمار دھوکے، فریب اور ملاوٹ کی صورتیں ہیں جو ہماری تجارت میں رائج ہیں، ان کو گناہ سمجھنے اور ان کی اصلاح کی کوشش کی بجائے انہیں کمال سمجھا جاتا ہے، جو شخص اس میں جتنا تیز ہو اسے اتنا ہی کامیاب تاجر سمجھا جاتا ہے۔

یاد رکھیں! اگرچہ یہ شخص تاجروں اور دنیاداروں کے ہاں کامیاب سمجھا جائے، مگر حقیقت میں دنیا و آخرت دونوں میں اس سے ناکام اور گھاٹے میں کوئی نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے، اور اپنی تجارت کو ہر قسم کے دھوکے، فریب، خیانت اور ملاوٹ سے پاک کرنے کی توفیق عطا فرمائے (جاری ہے)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں حافظ محمد ناصر

مسواک کی فضیلت واہمیت

مسواک مردوں اورعورتوں کے لئے بہت عظیم الشان عمل ہے،حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاکُ وَالنِّکَاحُ (الترغیب والترهیب ج ۱ ص ۱۰۱ بحواله ترمذی)

یعنی ''چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی عادات میں سے ہیں ،ختنہ کرنا ،عطر لگانا،مسواک کرنا اور نکاح کرنا (ترغیب وترھیب ،بحوالہ ترمذی)

اس حدیث میں مذکورہ چار چیزوں کوتمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ بتلایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو کام تمام انبیاء علیہم السلام کے مشترک عمل میں رہا ہواُس میں دنیا اور آخرت کی بے شمار بھلائیاں ہونگی۔

مسواک ایک ایسا عمل ہے جس کی فضیلت ،اہمیت ،تاکید اور فوائد میں بے شمار احادیث ملتی ہیں ،چنانچہ احادیث میں مسواک کرنے کی تاکید وترغیب بھی دی گئی اور مسواک نہ کرنے پر وعید اور تنبیہ بھی سنائی گئی ہے، جو مسلمان مردوں اور عورتوں سب کے لئے عام ہے (جوخواتین اپنے آپ کو اس عمل سے مستثنیٰ سمجھ کر کوتاہی کرتی ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلاء ہیں)

ایک حدیث میں ہے کہ ''اَلسِّوَاکُ مِطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ(الترغيب والترهيب ج ۱ ص ۱۰۰ بحواله نسائی وابن خزيمه فی صحيحيهما)''

کہ ''مسواک منہ کی صفائی اور اللہ جل جلالہ کی رضا کا ذریعہ ہے'' (الترغیب والترھیب ،بحوالہ نسائی وابن خزیمہ)

اور ظاہر ہے کہ جس عمل سے اللہ جل جلالہ راضی ہوجائیں تو وہ عمل دنیا اور آخرت دونوں ہی کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

ایک لمبی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا، جس میں یہ بھی ہے کہ ''جبرئیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے تھے ، مجھے مسواک کرنے کی تاکید کرتے تھے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ مجھ پر اور میری امت پر یہ (مسواک) فرض کردی جائے گی (اور پھر اس فریضہ کی کوتاہی پر امت کا مؤاخذہ ہوگا) (الترغیب والترھیب ج ا ص ۱۰۱ بحوالہ ابن ماجہ)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بار بار مسواک کرنے کی اتنی تاکید کی

کہ مجھے (مسواک کی کثرت سے) اپنی داڑھوں کے ٹوٹ جانے کا ڈر ہو گیا (الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۱۰۲ بحوالہ طبرانی باسناد لین)

بعض احادیث میں مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز کا درجہ بغیر مسواک کیے پڑھی جانے والی نماز سے ستّر گُنا زیادہ بتلایا گیا ہے (الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۱۰۲ بحوالہ احمد والبزار، وابویعلیٰ وابن خزیمہ فی صحیحہ)

اس حدیث میں مذکورہ فضیلت مردوں اور عورتوں کے لئے عام ہے۔

ایک حدیث میں مسواک کی اہمیت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلیٰ اُمَّتِیْ اَوْ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلاَۃٍ (بخاری ص ۱۲۲) (وفی روایة الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن) مَعَ کُلِّ وُضُوْءٍ (ببدل عند کل صلاة وماذکر أو علی الناس) (الترغیب والترهیب ج ۱ ص ۱۰۰)

یعنی'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر یا (فرمایا) لوگوں پر مشقت اور تنگی کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت اور ایک روایت میں ہے کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کو لازم قرار دیتا (بخاری، ترغیب وترھیب ج ۱ ص ۱۰۰)

اس حدیثِ مبارکہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے ساتھ مسواک کرنے کی بہت اہمیت ہے۔

بعض احادیث میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ کن کن مقامات پر مسواک کی جاتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ گھر میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے (صحیح مسلم ص ۱۲۸) معلوم ہوا کہ اپنے بیوی بچوں کے پاس جاتے وقت مسواک کر لینی چاہئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل والے اپنے کپڑے اور بالوں کی صفائی نہیں رکھتے تھے اور مسواک نہیں کرتے تھے اور زینت اختیار نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی عورتوں نے زناء کرنا شروع کر دیا (جامع صغیر ص ۷۸ بحوالہ ابن عساکر عن علی) مطلب یہ ہے کہ اُن کے مرد صاف سُتھرے نہیں رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کی بیویاں اُن کے گندا رہنے کی وجہ سے غیر مردوں سے اپنی حاجتیں پوری کرتی تھیں۔ غور فرمایئے! کہ دینِ اسلام کیسا پیارا اور مکمل دین ہے کہ اگر اس کے احکامات پر عمل کیا جائے تو آخرت تو بنتی ہی ہے دنیا بھی بہتر بنتی ہے اور انسان کی زندگی چین اور سکون سے گزرتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مسواک فرمانے کے بعد مجھے مسواک دھونے کے

لئے دیتے تھے تو میں دھونے سے پہلے مسواک کرلیتی تھی (مشکوٰۃ ص ۴۵ بحوالہ ابوداؤد) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابیات اپنے دوپٹوں میں اپنی مسواک باندھ کر رکھتی تھیں (بحوالہ مطالب عالیہ ج ا ص ۲۳، مسواک کے فضائل ص ۴۵ از مفتی ارشاد القاسمی صاحب) ایک حدیث میں ہے کہ مسواک کرنے میں سوائے سام یعنی موت کے ہر بیماری کی دواء (اور شفاء) ہے (کنز العمال ج ۹ ص ۳۱۱ بحوالہ دیلمی فی مسند الفردوس)

اگر منہ گندہ ہوا تو غذاء منہ سے گندگی کو لے کر معدہ میں جائے گی اور انسان طرح طرح کے امراض کا شکار ہوگا اور اگر منہ صاف ہوا تو غذا صاف حالت میں منہ سے معدہ میں جائے گی اور انسان ان بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کبھی اتفاقاً مسواک نہ ہو تو انگلی اس کے قائم مقام ہوجاتی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْاَصَابِعُ تَجْرِيْ مَجْرَي السِّوَاکِ اِذَا لَمْ يَكُنْ مِسْوَاكٌ (کنز العمال ج ۹ ص ۳۱۱ بحواله أبو نعيم في كتاب السواک) یعنی جب مسواک نہ ہو تو انگلی مسواک کے قائم مقام ہے (کنز العمال) لہٰذا پہلے تو مسواک اپنے پاس رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے لیکن کبھی اتفاقاً مسواک پاس نہ ہو تو انگلی سے مسواک کا کام لے لینا چاہئے تاکہ مسواک کرنے کی عادت ختم نہ ہو۔

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت — مفتی محمد رضوان

کھانے پینے کے آداب (قسط۲)

۞ ......حضور ﷺ نے کھانا کھاتے وقت جوتے اُتار دینے کا حکم فرمایا ہے تا کہ پیروں کو کچھ راحت دی جاسکے (مسند دارمی) فی نفسہٖ تو جوتے پہن کر کھانا گناہ نہیں تھا مگر سنت کے موافق بھی نہیں تھا اور آج کل متکبرین اور کفار وفساق کا طریقہ بھی ہے، اس لئے جوتے پہن کر کھانا کھانے اور خاص کر اس کی عادت بنا لینے سے پرہیز کرنا چاہئے، لیکن اگر اتفاق یا مجبوری سے کھانا پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں مثلاً سفر وغیرہ کی جلدی کی خاطر یا سفر کی حالت میں جہاز اور ریل، بس وغیرہ کی سیٹ پر بیٹھ کر جوتے پہنے ہوئی حالت میں کھانا پڑ جائے، اس صورت میں بھی اگر جوتوں سے پیر باہر نکال لئے جائیں تو زیادہ بہتر ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۱۱۱، دنیا کی حقیقت حصہ دوم ص ۱۸، مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ بتغیر واضافہ)

۞ ......کھڑے ہو کر اور چلتے پھرتے کھانا بہت گناہ اور بُرا ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس لئے کھڑے ہو کر کھانے سے بچنا ضروری ہے، آج کل تقریبوں میں کھڑے ہو کر اور حیوانوں کی طرح گھومتے پھرتے کھانے کا جو طریقہ چل نکلا ہے، یہ غیروں کا ایجاد کردہ اور قابلِ ترک ہے۔

البتہ چھوٹی موٹی کوئی چیز جو مستقل کھانا نہ کہلاتی ہو مثلاً پان، سونف وغیرہ چلتے پھرتے اور کھڑے ہو کر منہ میں ڈال لینے کی گنجائش ہے (وحدیث الاکل فی حالة القیام محمول علیٰ هذه الحالة) [۱]

۞ ...... جہاز، ریل، بس وغیرہ میں اور اسی طرح موٹر سائیکل، اسکوٹر اور سائیکل وغیرہ پر سوار ہونے کی حالت میں کھانے پینے کی گنجائش ہے، لیکن جہاں لوگوں کا گزر ہو اور راستہ ہو یا اجنبی لوگوں کا سامنا ہو وہاں کیونکہ کھانا پینا شرعاً پسند نہیں کیا گیا اس لئے لوگوں کے سامنے کھانے پینے سے پرہیز کیا جائے تو اچھا

---

[۱] عن قتادة عن انس عن النبی ﷺ انه نهى ان یشرب الرجل قائما قال قتادة فقلنا ،فالاکل ؟ فقال ذالک اشر او اخبث (مسلم) وعلیٰ کل حال فالروایة دالة علیٰ ان الاکل قائما اشنع من الشرب(تکملة فتح الملهم ج۴ ص ۱۲) ☆حدیث ابن عمر (ای کنا نأکل علیٰ عهد رسول الله ﷺ ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام ،اخرجه الترمذی)محمول علیٰ اکل لقمة او لقمتین واکل اشیاء لا یهتم لها بالمائد ة وحدیث انس محمول علی الطعا م الذی یؤکل علی المائدة وهذا عندی اوجه والله اعلم (تکمله فتح الملهم ج۴ ص ۱۳)

ہے، سفر وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے اگر چہ گناہ نہیں (لیکن اپنی طرف سے لوگوں کی نظروں سے جتنا خفیہ ہوکر کھایا پیا جائے تو زیادہ بہتر ہے) [۱]

۞ ......کھانا شروع کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا سنت عمل، خیر و برکت کا ذریعہ اور شیطان سے حفاظت کا مؤثر نسخہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جس کھانے پر ''بسم اللہ'' نہ پڑھی جائے اس کو شیطان اپنے لئے حلال کر لیتا اور اس پر اپنا قبضہ جما لیتا ہے (صحیح مسلم)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''جب کوئی شخص اپنے گھر میں جہاں وہ رہتا اور سوتا ہے اللہ کا نام لے کر داخل ہوتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ اب یہاں رات گزارنا مشکل ہے، وہ جب کھانے پر بسم اللہ کہتا ہے تو کہتا ہے اب تو کھانے پر بھی پابندی لگ گئی ہے اس لئے اب کوئی اور جگہ تلاش کرو اور اگر کوئی اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہیں کہتا اور کھانے پر بھی بسم اللہ نہیں کہتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں رات گزارنے کی جگہ بھی ہے اور کھانے پینے کا سامان بھی (صحیح مسلم، بذل المجہود)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے اس عمل سے بڑا خوش ہوتا ہے کہ جب اس کے سامنے کھانا حاضر ہو تو شروع میں بسم اللہ پڑھے اور آخر میں اللہ کی حمد اور شکر ادا کرے'' (صحیح مسلم) [۲]

۞ ......بسم اللہ پڑھنے کی سنت حلال کھانے کے ساتھ خاص ہے، حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا صحیح نہیں [۳]

۞ ......مشہور محدث امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف '' بِسۡمِ اللّٰہ'' کہنے سے بھی سنت تو ادا ہو جاتی

---

[۱] لان الراکب علی البعیر غیر قائم ......الراکب یشبه القائم من حیث کونه سائراًویشبه القاعد من حیث کونه مستقرا علی الدابة (عمدة القاری ج۱۴ ص ۶۱۷ کتاب الاشربه ،باب من شرب وهو واقف علیٰ بعیره)✪فاذا جاز الشرب قائما علی الارض فالشرب علیه (ای علی الدابة)اولیٰ بالجواز لان الراکب اشبه بالحالین (ایضاص۶۱۸) ✪فلا یدخل(هذه الحالة ای راکب علی الدابة)فی الصورة المنهی عنها (فتح الباری ج۱۰ ص۱۰۵)✪ولا یشرب ماشیاً ورخص للمسافرین (هندیه ج۵ ص ۳۴۱)

[۲] وهو شکر المؤمن اذارزق قال علیه الصلاة والسلام ان الله تعالیٰ یرضیٰ من عبده المؤمن اذا قدم الیه طعام ان یسمی الله فی اوله ویحمد الله فی اٰخره ،رواه مسلم(الاختیار لتعلیل المختار ج۲ ص۴۳۴باب فی الکسب)

[۳] وانما یسمیٰ اذا کان الطعام حلالا (ردالمحتار ج۶ ص ۳۴۰والتفصیل مذکور فی احسن الفتاویٰ ج۸ ص۱۱۳ بحواله روح المعانی ج ا ص۶۳)

Idara Ghufran

ہے لیکن اگر پوری ''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ لی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ ۱

✪ ......کھانے کے شروع میں ''بِسمِ اللّٰہِ وَعَلیٰ بَرَکَۃِ اللّٰہِ '' کے مخصوص الفاظ پڑھنے کا سنت ہونا کسی صحیح مرفوع حدیث میں دستیاب نہیں ہوسکا، اگر کوئی سنت سمجھے بغیر یہ الفاظ پڑھ لے تو حرج نہیں، لیکن کلام خاص ان الفاظ کے سنت ہونے میں ہے (جیسا کہ لوگوں میں ان الفاظ کا سنت ہونا مشہور ہے) اور جب بسم اللہ پڑھنے سے برکت کا حاصل ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو برکت کے الفاظ زبان سے ادا کرنے کی ضرورت نہیں، وہ صرف بسم اللہ پڑھ لینے سے خود بخود حاصل ہوجائے گی۔ ۲

✪ ......بسم اللہ پڑھنے کی سنت مَردوں، عورتوں، جُنبی اور حائضہ سب کے لئے عام ہے، اس لئے کھانے کے شروع میں سب کو الگ الگ بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ ۳

✪ ......اگر کوئی کھانے کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب بھی یاد آجائے

---

۱ وتحصيل التسمية بقوله ''بسم الله ''فان قال ''بسم الله الرحمٰن الرحيم''كان حسناً (نووی شرح مسلم ، كتاب الاشربة،باب آداب الطعام والشراب واحكامهما)فاعلم ان الافضل ان يقول بسم الله الرحمٰن الرحيم فان قال بسم الله كفاه وحصلت السنة (كتاب الاذكار للنووی ص ۱۶۰) ✪وتحصيل التسمية بقوله بسم الله فان اتبعها بالرحمن الرحيم كا ن حسنا (عمدة القاری ج۱۴ ص۳۸۷ كتا ب الاطعمة ،باب التسمية على الطعام والاكل با ليمين) ✪واما قول النووی فی ادب الاكل من الاذكار صفة التسمية من اهم ما ينبغی معرفته والافضل ان يقول بسم الله الرحمن الرحيم فان قال بسم الله كفاه وحصلت السنة فلم ار لما ادعاه من الافضلية دليلا خاصا (فتح الباری ج۹ ص ۶۵۱ باب التسمية على الطعام كتاب الاطعمة)اقول لاضرورة لدليل الخاص لان تفضيل بسم الله الرحمن الرحيم ثابت بالاصول المسلمة والتسمية اذا اطلقت يراد به كامل التسمية .محمد رضوان.

۲ ونقل العلامة ابن القدامة الحنبلی رواية ذكرفيه (بسم الله وبركة الله)ولكن لم يعلم سنده فقال ...... وروی ان النبی ﷺ اكل طعاما هو وابو بكر وعمر ثم قال من قال فی اوله ''بسم الله وبركة الله ''وفی آخره ''الحمد لله الذی اطعم واروىٰ وانعم وافضل'' فقد ادىٰ شكره (المغنی لابن قدامه فصل حمد الله تعالیٰ اذا فرغ من الطعام)وروىٰ عبد الرزاق :قال عبد الله من قال حين يوضع طعامه ''بسم الله خير الاسماء لله فی الارض وفی السماء لا يضر مع اسمه داء اللهم اجعل فيه بركة وشفاء فلا يضره ذالک الطعام ماكان ''(مصنف عبد الرزاق باب فی التسمية على الطعام)

۳ وسواء فی استحباب التسمية الجنب والحائض وغيرهما (نووی شرح مسلم ، كتاب الاشربة،باب آداب الطعام والشراب واحكامهما)✪ويسمی كل واحد من الآكلين (عمدة القاری ج۱۴ ص۳۸۷ كتاب الاطعمة)

بِسۡمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَ آخِرَہٗ پڑھ لینا چاہئے (کما جاء فی حدیث الترمذی)

✿ ......اگر کھانے میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوں تو کھانے کے شروع میں ذرا اونچی آواز سے ''بسم اللہ'' پڑھ لینا بہتر ہے، تاکہ دوسروں کو بھی یاد دہانی ہوجائے [۱]

✿ ......اگر آپ نے کسی کی کھانے کی ضیافت کی ہے تو بہتر ہے کہ کھانا شروع کرنے کے وقت اطلاع واجازت کے لئے ''بسم اللہ کیجئے'' یا ''شروع کیجئے'' وغیرہ جیسے الفاظ کہہ دیئے جائیں [۲]

✿ ......کھانے پینے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیجئے، ضرورت ہو تو بائیں ہاتھ کو بھی دائیں کے ساتھ معاون بنا سکتے ہیں، جبکہ اصل کھانے کا مرکزی عمل دائیں ہاتھ سے انجام دیا جائے اور بائیں ہاتھ کو ضمناً وتبعاً شامل کیا جائے، بائیں ہاتھ سے کھانا پینا بہت بُرا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی کچھ کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کچھ پئے تو داہنے ہاتھ سے پئے (صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پیے، کیونکہ (یہ شیطانی طریقہ ہے) شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے (صحیح مسلم)

اس لئے کھانا ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھانے کی کوشش کیجئے۔ [۳]

✿ ......بعض لوگ ایک ساتھ دونوں ہاتھوں سے اس طرح کھاتے پیتے ہیں کہ ایک ہاتھ میں ایک چیز لے لیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں دوسری چیز، مثلاً ایک ہاتھ سے بوتل یا چائے وغیرہ پیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے بسکٹ، ڈبل روٹی یا برگر وغیرہ کھاتے ہیں، یہ طریقہ بھی مکروہ ہے، کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا دونوں منع ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں بائیں ہاتھ سے کھانے یا پینے کا کوئی ایک عمل لازم آتا ہے، البتہ اگر کوئی ضرورت یا مجبوری ہو مثلاً سفر میں جلدی یا جگہ کی تنگی کی خاطر یا ہاتھ میں پکڑے بغیر گرنے سے بچنے کے خوف کی وجہ سے، تو پھر حرج نہیں۔ [۴]

---

[۱] واذا قلت بسم اللہ فارفع صوتک حتی تلقن من معک (ردالمحتار ج۶ ص ۳۴۰ کتاب الحظر والاباحة)

[۲] اعلم انه یستحب لصاحب الطعام ان یقو ل لضیفه عند تقدیم الطعام بسم اللہ، اوکلوا، اوالصلاة، او نحو ذالک من العبارات المصرحة بالاذن فی الشروع فی الاکل (کتاب الاذکار للنووی ص ۱۵۹)

[۳] فان احتیج الی الاستعانة بالشمال فبحکم التبعیة (عمدة القاری ج۱۴ ص ۳۸۷ کتاب الاطعمة باب التسمیة علی الطعام والاکل بالیمین)

[۴] وظاهر کلامهم انه لو جعل بیمینه خبزا وبشماله شیئا قدم به وجعل یاکل من هذا ومن هذا کما یفعله بعض الناس انه منهی عنه کما هو ظاهر الخبر لانه اکل بشماله (المدخل لابن حاج، آداب الاکل)

۞ ......کھانا ہاتھ سے کھانا سنت ہے،لیکن اگر کوئی چمچہ سے کھائے تب بھی کوئی گناہ تو نہیں،البتہ ہاتھ سے کھانے کی سنت کا ثواب نہیں ہوگا۔ [۱]

۞ ......بہتر ہے کہ روٹی وغیرہ ہاتھ سے لقمہ بنا کر منہ میں لے جائے لیکن اگر کسی ضرورت کی وجہ سے منہ سے چک مار کر کھائے تو بھی حرج نہیں،مثلاً روٹی پر شہد، بالائی یا کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے جس کو ہاتھ سے توڑنے سے اس چیز کے باہر نکل کر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے یا مثلاً ڈبل روٹی، برگر، رس وغیرہ ہے ایسی چیزوں کو دانتوں سے کاٹ کر کھانے میں حرج نہیں کیونکہ ان چیزوں کو ہاتھ سے توڑنے کی صورت میں ضائع ہونے یا ہاتھ وغیرہ سَن جانے یا ذائقہ ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے،حدیث شریف میں گوشت کو دانت سے کاٹ کر کھانے کا بوجہ لذیذ ہونے کے ثبوت ملتا ہے(مشکوٰۃ ص ۳۶۶ بحوالہ ابوداؤد،بیہقی) [۲]

۞ ......کھانا کھاتے وقت پورا ہاتھ اور ساری انگلیاں کھانے میں نہ سان لیجئے،یہ بدتہذیبی کی علامت ہے۔

۞ ......کھانا خوب چبا کر کھایئے تاکہ ہضم ہونے میں آسانی ہو،بچوں کو شروع ہی سے خوب چبا کر کھانے کی عادت ڈالئے،غذا کا ہضم منہ سے شروع ہو جاتا ہے،جو کھانا اچھی طرح چبا کر کھایا جاتا ہے وہ دانتوں اور داڑھوں سے پِس جانے اور منہ کا لعاب مِل جانے کی وجہ سے جلدی ہضم ہو جاتا ہے،لہٰذا لقمہ کو جتنا چبا کر باریک کیا جائے گا اور جتنا منہ کا لعاب اس میں شامل ہوگا اتنا ہی جلدی اور آسانی کے ساتھ ہضم ہوگا اور معدہ کو زیادہ کام نہیں کرنا پڑے گا،اس بات کا بار بار تجربہ کیا گیا ہے کہ خوب چبا کر کھانے کے بعد طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا بلکہ طبیعت ہلکی پھلکی رہتی ہے جبکہ بغیر چبائے جلدی جلدی کھا لینے کے بعد طبیعت

---

[۱] السنة ان یأکل بیده والا یأکل بملعقة ولا غیرها ومن اکل بملعقة وغیرها احل بالمستحب وجاز (الآداب الشرعیة ،فصل ماورد من حمد الله والثناء علیه بعد الطعام والاجتماع له والتسمیة قبله)

[۲] لاتقطعوا اللحم بالسکین فانه من صنع الاعاجم وانهسوه فانه اهنأ وامرأ رواه ابو داؤد والبیهقی فی شعب الایمان وقالا لیس هو بالقوی (مشکوٰة ص ۳۶۶ کتاب الاطعمة ،الفصل الثانی)قال علی بن سلطان محمد القاری (من صنع الاعاجم)ای من دأب اهل فارس المتکبرین المترفهین فالنهی عنه لان فیه تکبراً وامراً عبثاً بخلاف ما اذا احتاج قطع اللحم الی السکین لکونه غیر نضیج تام فلا یعارض ماتقدم من خبر الشیخین من انه ﷺ کان یحتز بالسکین او المراد بالنهی التنزیه وفعله لبیان الجواز ولذاقال (وانهسوه) کلوه باطراف الاسنان(فانه)أی النهس (أهنأ)من الهنیء وهو اللذیذ الموافق للغرض (وامرأ)من الاستبراء وهو ذهاب کظة الطعام وثقله الخ(مرقاة ج۸ ص ۱۸۶)(بالقوی)أی فیکون الحدیث ضعیفا أو وسطا بینهما فلا یکون مقاوما لحدیث الصحیحین لکن بالجمع السابق بینهما یرتفع الاشکال والله أعلم بالحال(مرقاة ج۸ ص ۱۸۶)

پر بوجھ ہو جاتا ہے (دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۱، حکیم محمد سعید صاحب مرحوم بتغیر واضافہ) [۱]

۞ ...... جب تک پہلا لقمہ نگل نہ لیا جائے اس وقت تک دوسرا لقمہ نہ لیجئے۔

۞ ......لقمہ زیادہ بڑا نہ لیجئے بلکہ درمیانہ ہونا چاہیے، تاکہ آسانی کے ساتھ منہ میں رکھ کر چبایا اور نگلا جاسکے۔ [۲]

۞ ......بہتر یہ ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ کی صرف تین انگلیوں سے کھائیں، یعنی انگوٹھے، اس کے ساتھ والی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی بڑی انگلی سے، حضور ﷺ کی عام عادتِ مبارکہ ان ہی تین انگلیوں سے کھانے کی تھی (کمافی حدیث المسلم) تین انگلیوں سے کھانے کی صورت میں لقمہ زیادہ بڑا نہیں ہوتا، اس لئے اس کو پوری طرح چبانے اور نگلنے میں سہولت رہتی ہے، ضرورت پڑنے پر آپ ﷺ چوتھی انگلی سے بھی مدد لے لیا کرتے تھے (طبرانی) اور بعض اوقات ضرورت پڑنے پر پانچ انگلیوں سے کھانے کا بھی ذکر ملتا ہے، اگر ضرورت ہو مثلاً کھانا رقیق اور پتلا ہو اور تین انگلیوں سے کھانا مشکل ہو تو دوسری انگلیوں سے بھی مدد لے لینا گناہ نہیں۔ [۳]

۞ ......روٹی کو سالن میں اچھی طرح تر کر کے کھانا طبی اعتبار سے عام حالات میں صحت کے لئے زیادہ

---

[۱] واول مایغلب علیه من الصفات شره الطعام فیعلمه الطعام فیعلمه متی یأکل ویعلمه انه لایسرع فی الاکل ویمضغ الطعام مضغاً جیدا ولایوالی بین اللقم ولایلطح یده ولاثوبه (المدخل لابن الحاج فصل تربیة الاولاد وحسن سیاستهم)

[۲] ویسن ان یصغر اللقمه ویجید المضغ..........ویطیل المضغ ولایاکل لقمة حتی یبلغ ماقبلها وقال ابن ابی موسی ابن الجوزی ولایمدیده الاخری حتی یبلغ الاولیٰ کذا فی الترغیب وغیره (الآداب الشرعیه لمحمد بن مفلح مقدسی، فصل فی آداب الاکل والشرب)

[۳] کان رسول الله ﷺ یاکل بثلاثة اصابع ویلعق یده قبل ان یمسحها (رواه مسلم) والامر فیه ان یاکل بالاصابع الثلاث وان اکل بالخمس فلا یمنع ولکنه یکون تارکا للسنة الا عند الضرورة فافهم (عمدة القاری ج۱۴ ص ۴۵۴ باب لعق الاصابع) ثم ان هذا لحدیث لایعارضه ماخرجه سعید ابن منصور من مرسل الزهری انه علیه السلام کان اذااکل اکل بخمس لانه کان یختلف باختلاف الاحوال (طبرانی عن عامر بن ربیعة) قال العراقی ورویناه عنه فی الغیلانیات وفیه القاسم بن عبدالله العمری هالک قال وفی مصنف ابن ابی شیبة عن الزهری مرسلاً کان النبی ﷺ یأکل بالخمس (فیض القدیر للمناوی ج۵) وینبغی ان یأکل بثلاثة اصابع من یده الیمنیٰ وهی المسبحة والابهام والوسطیٰ الاان یکون ثریداً وماشبهٗ فیأکل بالخمسة منها کذالک نقل عن السلف الماضیین (المدخل لابن الحاج فصل غسل الید عند الأکل)

Idara Ghufran

مفید قرار دیا گیا ہے۔

۞ ......کھانے کی ابتداء وانتہاء نمک پر کرنے کو بہت سے اہلِ علم حضرات نے پسندیدہ اور بہتر قرار دیا ہے، لہٰذا کھانے کے آغاز واختتام پر اگر قدرے نمک چکھ لیا جائے تو اچھا ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ص۱۱۳، فتاویٰ محمودیہ ج۱۴ص۴۰۵) [1]

۞ ......کھانے کا دسترخوان صاف ستھرا رکھئے تاکہ اس پر کھانے پینے کی چیزیں رکھنے سے خراب نہ ہوں اور کوئی چیز گر جائے تو دوبارہ استعمال کے قابل رہے، ویسے بھی دسترخوان کا میلا کچیلا اور گندا ہونا بدتہذیبی

---

[1] ۞ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں تفصیلی بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''لیکن (نمک سے کھانے کی ابتداء وانتہاء کرنا) چونکہ عاداتِ مرضیہ موافقہ للقواعد الشرعیہ میں سے ہے، اس لئے مستحب بمعنیٰ محبوب ومرغوب فیہ کہہ سکتے ہیں'' (امداد الفتاویٰ ج۴ص۱۱۳) ✪ومن السنة البداءة بالملح والختم به بل فيه شفاء من سبعين داء (ردالمحتار ج٦ ص ۳۴۰ كتاب الحظر والاباحة) ✪ومن السنة ان يبدء بالملح ويختم بالملح (البحرالرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الكراهية، فصل فى الاكل والشرب) ✪ومن السنة ان يبدء بالملح ويختم بالملح كذا فى الخلاصة (فتاوىٰ هنديه، كتاب الكراهية، الباب الحادى عشر فى الكراهة فى الاكل ومايتصل به) ✪ومن السنة ان يبدء بالملح عند الطعام ويختم بالملح والله اعلم (المحيط البرهانى ج٨ ص ۵۴) ✪والسنة ان يبدء الاكل بالملح ويختم به، وفى رسالة مسماة بطب النبى منسوبة الى الحبيب النيسابورى قال النبى ﷺ اذاقرب احدكم الطعام فليبدء بالملح وقال عليه الصلاة والسلام لعلى كرم الله وجهه افتح طعامك بالملح واختم به فان من افتتح طعامه بالملح واختتم به عوفى من اثنين وسبعين نوعاً من انواع البلاء منها الجزام والبرص انتهى هذا لكن حكم على القارى بوضع حديث الملح فى موضوعاته واغتر بظاهره بعض العلماء ومنع لكن بعد تسليم صحة الوضع فى البعض ينبغى ان لا يسلم فى حق الجميع كيف والفقهاء لا يحكمون بمشروعية شئى لم يقفوا على صحته وقد عد ابن حجر ابابكر الرازى من حفاظ المحدثين وقال فى شرحه على القارى وهو صاحب شرعة الاسلام وقيل وهو الجصاص من كبار السادة الحنفية وان لم يطلع يقينا، ولوسلم موضوعية الكل فلا يلزم انتفاء السنية ومن السنة ابتداء مراده من السنة سنة سيد المرسلين او اهل السنة والجماعة اوسنة السلف الصالحين او سنة اهل الاسلام وغير ذالك ......وايضا يقدم اقوال الفقهاء على الحديث عند التعارض (لانهم اعلم بمعنى الحديث) ......فلا ينبغى ترك الملح عند الطعام (بريقة محموديه فى شرح طريقة محمديه ج۲ ص۱۰۸) ✪ محمد بن مفلح بن محمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''قال الشيخ عبدالقادروغيره يكره الاكل على الطريق، قال ويستحب ان يبدء بالملح ويختم به'' (الآداب الشرعية، فصل ماورد من حمد الله والثناء عليه بعد الطعام والاجتماع له، والتسمية قبله) ✪ محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''ويستحب ان يبدء بالملح ويختم به'' (غذاء الالباب فى شرح منظومة الاداب) ✪ زکریا بن محمد بن زکریا انصاری الشافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''ويبدء بالملح ويختم به (الغرر البهية فى شرح البهجة الوردية، باب الصداق)

Iqra Ghufran

ہونے کے ساتھ ساتھ صحت کے لئے بھی مضر ہے، آج کل اس سلسلہ میں بہت کمزوری پائی جاتی ہے، دستر خوان دھونے اور صاف کرنے کا بہت کم اہتمام کیا جاتا ہے، جس کی اصلاح ہونی چاہئے۔

۞ ......جن برتنوں میں کھانا کھایا جائے وہ بھی صاف ستھرے ہونے چاہئیں۔

۞ ......کھانے کی اگر کوئی چیز نیچے گر جائے تو اسے اُٹھا کر صاف کر کے دوبارہ کھالیجئے، اور اس میں کسی کی شرم نہ کیجئے، لیکن اگر جگہ صاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ چیز استعمال کے قابل نہ رہی ہو تو کسی جانور وغیرہ کو کھلا دیجئے یا کم از کم اس کو ایسی جگہ رکھ دیجئے کہ وہ بے حرمتی سے بچ جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اس سے گندگی صاف کر کے کھالے (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ ''تمہارے ہر کام کے وقت یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے، لہٰذا جب (کھانا کھاتے وقت) کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہئے کہ اس کو صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے، پھر جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں خاص برکت ہے (صحیح مسلم)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کھاتے ہوئے کوئی چیز گر جائے تو اس کو اٹھا کر کھا لینے سے محتاجی، برص اور کوڑھ کی بیماری سے حفاظت رہتی ہے، اولاد حماقت سے محفوظ رہتی اور عافیت عطا کی جاتی ہے (مدارج النبوۃ)

لہٰذا اگر کھاتے وقت کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اس کو متکبر لوگوں کی طرح نہ چھوڑ دے، بلکہ ضرورت مند اور قدردان بندہ کی طرح اس کو اٹھالے، اور اگر نیچے گر جانے کی وجہ سے اس پر کچھ لگ گیا ہو تو صاف کر کے اس لقمہ کو کھالے، کھانے کے وقت بھی شیطان ساتھ ہوتا ہے، اگر گرا ہوا لقمہ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ شیطان کے حصہ میں آئے گا۔ [۱]

۞ ......کھانے اور رزق کو کسی بھی طرح سے ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے، خواہ کھانا اپنی ملکیت ہو یا دوسرے کی، بلکہ دوسرے کی ملکیت والی چیز کو بے جا ضائع کرنا دہرا جُرم ہے، خواہ مالک ضائع کرنے سے منع نہ کرے اور بُرا نہ مانے، کھانے کا کوئی بھی حصہ زمین پر نہ گرنے دیا جائے، دسترخوان سے قابلِ

---

[۱] ومن السرف ان یترک لقمة سقطت من یده بل ینبغی ان یبتدء بتلک اللقمة (خلاصة الفتاوی ج۴ ص ۳۶۰ کذا فی الهندیة ج۵ ص ۳۳۷)

استعمال رزق اٹھا کر استعمال کرلیا جائے ، برتن میں بھی کوئی حصہ نہ چھوڑا جائے ، ہڈی کو اچھی طرح چوس کر اور گوشت ، سالن اور چاول وغیرہ سے صاف کر کے چھوڑ دی جائے ، روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور سالن میں سان کر نہ چھوڑی جائے ، کہ دوسرا بھی استعمال نہ کر سکے، اگر کسی ہوٹل وغیرہ میں کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا آپ نے قیمتاً لیا ہے تو بچا ہوا کھانا وہاں چھوڑ کر ضائع نہ کیجئے ، بلکہ اپنے ساتھ لے آیئے ، اور اس میں کوئی عار محسوس نہ کیجئے ، کھانے کو کسی بھی طرح ضائع کرنا سخت گناہ کی بات ہے، آج کل مختلف طریقوں سے کھانے کا بہت ضیاع ہو رہا ہے، دوسرے مسلمان بلکہ اپنے بہن ، بھائی اور والدین تک کا جھوٹا استعمال کرنا بہت معیوب سمجھا جانے لگا ہے، کھانے کی تقریب سے فارغ ہونے پر لگتا ہے کہ وہاں انسانوں نے نہیں جانوروں نے کھایا ہے کھائے جانے والے کھانے کی مقدار سے زیادہ نہیں تو آدھا کھانا تو مختلف طریقوں سے ضائع کر دیا جاتا ہے، اور ’’ مالِ مفت دلِ بے رحم ‘‘ کی کہاوت صادق آتی ہے، کھا کر برتنوں میں بچے ہوئے کھانے کا بہت بڑا حصہ برتن دھوتے وقت کوڑے دان کی نظر کر دیا جاتا ہے یا برتن دھوتے وقت پانی کے ساتھ بہا دیا جاتا ہے، شہروں میں کوڑے کے ڈھیروں پر قیمتی کھانوں کا ڈھیر لگا ہوا نظر آتا ہے، یہی کھانا ضائع ہونے سے بچا کر اگر غریبوں کو دے دیا جاتا تو کتنے اجر و ثواب کا کام تھا، پھر کھانے کی اسی اضاعت کا نتیجہ ہے کہ مختلف طریقوں سے بے برکتی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ روٹی کے بچ جانے والے چھوٹے چھوٹے ذرات کو بھی جمع کر کے مرغی ، بلی ، بھینس اور بکری وغیرہ کو دیا جاتا ورنہ کم از کم چیونٹیوں کو ہی کھانے کے لئے فراہم کر دیا جاتا ، جیسا کہ ہمارے اسلاف و اکابر کا طریقہ تھا، فقہائے کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ چاول دال وغیرہ پکانے کے لئے چھلنی وغیرہ میں دھونی ہو تو احتیاط کے ساتھ دھونا چاہئے ، اس طرح دھونا کہ کچھ حصہ پانی کے ساتھ بہہ جائے گناہ کی بات ہے [1]

✪ ......روٹی کو درمیان سے کھانا اور اس کے کناروں کو بچا کر چھوڑ دینا یا روٹی کے ایک حصہ کو استعمال

---

[1] وفی البرھانیة رجل اکل خبزا مع اھله واجتمع کسیرات الخبز ولا یشتھی اکلھا فله ان یطعم الدجاجة والشاة والھرة وھو الافضل ولاینبغی ان یلقیه فی النھر والطریق الا اذا وضع لاجل النمل لیاکل النمل فحینئذ یجوز ھکذا فعل بعض السلف (فتاویٰ ھندیه ج۵ ص ۳۴۴، کتاب الکراھیة ،الباب الحادی عشر فی الکراھة فی الاکل وما یتصل به) ✪رجل اکل خبزا مع اھله فاجتمع کسرات الخبز ولا یستھی اکلھا فله ان یطعم الدجاجة او الشاة او البقرة ھو الافضل ولا ینبغی ان یلقیھا فی النھر او فی الطریق الا اذا وضع لا جل النمل کذا فعل بعض السلف (خلاصة الفتاوی ج۴ ص ۳۶۲)یکرہ غسل الارز والعدس والماش ونحوہ فی بالوعة فیتناثر فیھا کذا فی الغنیة (ھندیه ج۵ ص ۳۳۹)

کر کے دوسرے حصہ کو ضائع کر دینا گناہ اور اسراف میں داخل ہے، البتہ اگر بچا ہوا حصہ کوئی دوسرا انسان استعمال کر لے یا کسی جانور کو کھلا دیا جائے اور ضائع ہونے سے بچ جائے تو گناہ نہیں [۱]

✪ ......کھانے پینے کی چیز بقدرِ ضرورت لیجئے، ضرورت پڑنے پر دوبارہ لے سکتے ہیں، ایک مرتبہ ہی حرص وہوس میں زیادہ ڈال کر اور برتن بھر کر لے لینا اور بعد میں بچا کر چھوڑ دینا گناہ ہے۔

✪ ......کھانے کے دوران ہڈیاں، چھلکے اور دوسرے فضلات ایک طرف جمع کر کے رکھئے، اِدھر اُدھر نہ ڈالیے اور پھیلایئے، کیونکہ یہ طریقہ بدتہذیبی میں داخل ہے۔

✪ ......کھانا کھاتے وقت اپنی توجہ کو دوسری تمام چیزوں سے ہٹا لینا چاہئے، ذہنی اُلجھن اور دماغ پر بوجھ بننے والی چیزوں نیز رنج وغم کی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس موقع پر طبیعت کو خوش وخرم رکھنا چاہئے (دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۱ بتغیر واضافہ)

✪ ......کھانے کے دوران بہت زیادہ باتیں کرنے اور قہقہہ مار کر ہنسنے سے گریز کیجئے، کھانے کے دوران بالکل خاموش رہنا بھی سنت نہیں، کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کو اگر ثواب نہ سمجھا جائے تو کوئی گناہ نہیں، البتہ دوسروں کے مناسبِ حال پاکیزہ اور قدرے جائز اور تفریحی بات کرنا نیز نیک لوگوں کے ہلکے پھلکے واقعات کا ذکر و مذاکرہ بہتر ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۱۱۰ بتغیر) [۲]

---

[۱] ومن الاسراف ان یاکل وسط الخبز ویدعو اجوانبه او یاکل ماانتفخ من الخبز ،کما یفعله بعض الجهال ویز عمون ان ذالک الذولکن ذالک اذا کا ن غیره لا یتنا ول ما ترک من جوانبه فاما اذا کا ن غیره یتنا ول ذالک فلا بأ س بذالک (المحیط البرهانی ج۸ ص۵۳ ،فی الکراهیة فی الاکل) ✪ومن الاسراف ان یاکل وسط الخبز ویدع حواشیه او یاکل ما انتفخ منه الا ان یکون غیره یاکل ما ترکه فلا بأ س به (ردالمحتا ر ج۶ ص ۳۴۰)✪ومن السرف ان یاکل وسط الخبز ویدع جوانبه او یا کل ماانتفخ من الخبز وان کا ن بحال یاکل غیره من الجوانب لا باس به (خلا صة الفتاوی ج۴ ص ۳۶۰ ،الفصل الخامس فی الاکل) ✪ومن الاسراف ان یاکل وسط الخبز ویدع حواشیه ویاکل ماانتفخ منه ویترک الباقی لان فیه نوع تجبر الا ان یکون غیره یتناوله فلا باس به (هندیه ج۵ ص ۳۳۶)

[۲] ویکره السکوت حالة الاکل لانه تشبه بالمجوس ویتکلم بالمعروف (ردالمحتار ج۶ ص ۳۴۰) ✪ولا یسکت علی الطعام ولکن یتکلم بالمعروف وحکایات الصالحین کذا فی الغرائب (فتاوی هندیه ج۵ ص ۳۴۵)✪ولایتکلم بما یستقذر بل یذکر نحو حکایات الصالحین وآداب الاکل فان السکوت المحض من سیر الاعاجم......وکره......امر هائل علی المائدة وذکر امر مستقذر (بریقۂ محمودیه فی شرح طریقۂ محمدیه ج۲ ص ۱۰۷)قال الامام ابو حامد الغزالی فی الاحیاء من آداب الطعام ان یتحدثوا فی حال اکله بالمعروف ویتحدثوا بحکایات الصالحین فی الاطعمة وغیرها (کتاب الاذکار للنووی ص ۱۶۲ ،باب استحباب الکلام علی الطعام)ولایتکلم علی الطعام بما یستقذر من الکلام ولا بمایضحکهم خوفا علیهم من الشرق ولا بما یحزنهم لئلا ینغض علی الأکلین اکلهم (الآداب الشرعیة ،فصل آداب الاکل والشرب)

۞ ......حلال کھانے میں عیب نہ لگایئے ، ہر قسم کا حلال کھانا کھانے کی عادت ڈالئے ، اگر کوئی چیز طبیعت کو کسی وجہ سے پسند نہ ہو تب بھی عقل سے اس کو بُرا نہ سمجھئے اور زبان سے اس کی تحقیر نہ کیجئے ، حضور ﷺ کھانے میں کبھی عیب نہ نکالتے تھے ، جس کھانے کی خواہش ہوتی کھالیتے اور جو کھانا مرغوب نہ ہوتا چھوڑ دیتے تھے (جمع الفوائد ج۱ ص ۲۷۷ بحوالہ ، بخاری ، مسلم ، ابوداؤد ، ترمذی)

البتہ کھانا پکانے اور تیار کرنے میں کوئی کوتاہی یا کسی چیز کی کمی محسوس ہو تو اس پر آگاہ اور تنبیہ کرنے میں یا اسی طرح کوئی چیز طبیعت کو پسند نہ ہو تو دوسرے کو طبیعت کے تقاضہ سے حکمت کے ساتھ مطلع کرنے میں حرج نہیں ، مگر اس طریقہ پر جس سے کھانے کی تحقیر لازم نہ آئے ، اسی طرح اگر کھانا حرام ہو تو اس کو بھی حرام ہونے کی وجہ سے غلط کہا جاسکتا ہے (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۱۴۱ بتغیر واضافہ) [1]

۞ ......جو غذا کھائی جائے وہ اچھی طرح پکائی گئی ہو اور تازہ ہو تو بہت ہی اچھا ہے ، اَدھ پکی اور باسی غذا ہضم میں بگاڑ کا باعث ہوجاتی ہے ، خصوصاً جبکہ باسی غذا بُس گئی ہو ، اور اس میں باسی ہونے کی وجہ سے مہک اور بُو پیدا ہوگئی ہو ، وہ دست اور قے وغیرہ جیسی کئی بیماریوں کا سبب بن سکتی ہے ، برسات اور بارش کے زمانے میں باسی غذا زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے ، بعض عورتیں سُستی کی وجہ سے ایک وقت میں ہی کئی کئی وقتوں بلکہ کئی کئی دنوں کا کھانا بنالیتی ہیں ، اس کے بجائے تھوڑی اور تازہ غذا تیار کرنی چاہئے (دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۰ بتغیر واضافہ)

۞ ......جو غذا تیار کی جائے وہ دیکھنے میں صاف سُتھری ، سونگھنے میں دل پسند اور کھانے میں خوش ذائقہ ہو تو بہتر ہے ، کیونکہ بعض اوقات کسی غذا کے دیکھنے ، اس کو چکھنے یا اس کی بو سے طبعی کراہیت ہوتی ہے ، اس کو معدہ صحیح طرح قبول نہیں کرتا اور ہضم ہونے میں مشکل ہوتی ہے (دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۴۱ بتغیر واضافہ) [2]

۞ ......کھانے کے دوران ایسی بات یا کوئی ایسی حرکت نہ کیجئے جس سے دوسرے کو کراہیت آئے اور گِھن پیدا ہو۔

(جاری ہے............)

---

[1] ماعاب النبی ﷺ من الاطعمة المباحة واما الحرام فکان یذمه ویمنع تناوله وینهی عنه وقیل ان کان التعییب من جهة الخلقة فهو لایجوز لان خلقة الله لا تعاب وان کا ن من جهة صنعة الآدمیین لم یکره ، قال النووی من آداب الطعام ان لا یعاب (عمدة القاری ج ۱۴ ص ۴۱۶ باب ما عاب النبی ﷺ طعاما)

[2] وفیه جواز کل لذیذ الاطعمة والطیبات من الرزق ، وان ذالک لاینافی الزهد والمراقبة لاسیما اذا حصل اتفاقاً (نووی شرح مسلم ، کتاب الطلاق ، باب بیان ان تخبیر امرأته لایکون طلاقاً الا بالنیة)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ مفتی محمد رضوان

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ

جب تک دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا نہ ہو،اس وقت تک عمل کی گاڑی چلنا دشوار ہے اور جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو سارے کام آسان ہو جاتے ہیں،محبت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ریل اور جہاز کی بھاپ اور سٹیم،کہ یہی چیز اِن بھاری بھرکم چیزوں کو دوڑاتی اور اُڑاتی ہے،اور اگر اِن میں یہ چیز نہ ہو تو اِن بھاری بھرکم چیزوں کا دوڑنا اور اڑنا مشکل ہے،اسی طرح جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں بھی آسانی ہو جاتی ہے اور آخرت کی رغبت اور شوق دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور دنیا کی محبت کے فتنوں سے نجات مل جاتی ہے،اللہ والوں نے اللہ تعالیٰ کی دل میں محبت پیدا کرنے کے مختلف نسخے قرآن وسنت اور اپنے تجربات کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔
حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی اپنے مواعظ وملفوظات میں اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کے طریقہ اور ترکیب کو مختلف انداز میں کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے،چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

✪......ایک ترکیب بتلاتا ہوں اور وہ ایسی ترکیب ہے کہ جس سے تم کو ان شاء اللہ محبت کی برکت حاصل ہوگی،اور یہ جو دائرے سے باہر قدم نکلا جارہا ہے،یہ رُک جائے گا،اور وہ حالت ہو جائے گی جو طاعون (پھیلنے) کے زمانہ میں ہوتی ہے کہ سب کچھ کرتے رہو لیکن کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہوتی،تو وہ ترکیب یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے اس میں موت کو یاد کیا کرو اور پھر قبر کو یاد کرو،پھر حشر کو یاد کرو اور یومِ حشر (قیامت کے دن) کے اہوال (ہولناکیوں) کو اور وہاں کے شدائد (سختیوں) کو یاد کرو اور سوچو کہ ہم کو خدا تعالیٰ قادر کے رُوبرو (سامنے) کھڑا کیا جائے گا اور ہم سے باز پُرس ہوگی،ایک ایک حق اُگلنا پڑے گا،پھر سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔اسی طرح روزانہ سونے کے وقت سوچ لیا کرو۔دو ہفتے میں ان شاء اللہ تعالیٰ کایا پلٹ ہو جائے گی اور جو اطمینان وانس ودلچسپی دنیا کے ساتھ اب ہے (وہ) باقی نہ رہے گی (اسلام اور زندگی یعنی ''الرفیق فی سواء الطریق'' حصہ اول،ص ۱۳۲ و ۱۳۳)

دوسری جگہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے طریقے پر مزید روشنی ڈالی ہے

جس میں مذکورہ ترکیب کے علاوہ چند اور چیزوں کا بھی ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

✪ ...... سنئے میں ان اسباب (اور چیزوں) کو بیان کرتا ہوں جن سے (اللہ تعالیٰ سے) محبت پیدا ہوتی ہے اس کے لئے چند باتوں (اور چیزوں) کا التزام (اور پابندی) کرنا چاہئے:

﴿۱﴾...... ایک تو اس کا کہ کسی وقتِ خاص (مخصوص وقت) میں خدا تعالیٰ کے انعامات کو سوچا کرے اور اس کے ساتھ ہی اپنی نالائق حرکتوں کا مطالعہ کرے اور غور کرے کہ اگر حُکّامِ ظاہری (دنیوی حکمرانوں) کی اتنی مخالفتیں کرتا تو کیا انجام ہوتا اور ان کی نگاہوں میں کیسی ذلت ہوتی؟ مگر حق تعالیٰ نے باوجود میری سرکشی کے اپنے انعامات مجھ سے بند نہیں کیئے۔

ایک جزو (حصہ) تو یہ ہے۔

﴿۲﴾...... دوسرا جزو (حصہ) یہ ہے کہ احکامِ ظاہرہ شرعیہ (شریعت کے ظاہری احکام) کو بتکلف (اگرچہ طبعیت نہ مانے) شروع کردے یہ تجربہ ہے کہ اعمال میں محبت پیدا کرنے کا خاصہ ہے کہ اگر اول اول محبت نہ بھی ہو تو بھی محبت پیدا ہوجاتی ہے جیسے مقناطیس کی کیفیت ہے کہ لوہا جب تک دور ہے تو کچھ نہیں اور جہاں پاس کو آیا تو یہ خود کھینچ لیتا ہے، اعمال میں بھی مقناطیسی اثر ہے۔

﴿۳﴾...... تیسرا جزو (حصہ) یہ ہے کہ کچھ وقت ذکر کے لئے نکال لے، خواہ تھوڑی ہی دیر ہو خواہ بلا مرید بنے (اور کسی کو اپنا پیر وشیخ بنائے بغیر) ہی ہو مگر خلوت (تنہائی) میں ہو، ذرا توجہ (یکسوئی) کے ساتھ۔

﴿۴﴾...... چوتھا جزو (حصہ) یہ ہے کہ اہلُ اللہ (اللہ والوں) کے پاس جا کر بیٹھا کرے، انشاء اللہ اس صحبت کا اثر یہ ہوگا کہ بہت جلد دنیا کی محبت دل سے کم ہوجائے گی اور اہلُ اللہ کی پہچان یہی ہے کہ ان میں دنیا کی محبت کم (یعنی بقدرِ ضرورت) ہو اور ان میں خدا کی محبت ہو، ایسوں کے پاس جا کر بیٹھو۔ مگر ان کو اپنی باتوں میں نہ لگاؤ، ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ بزرگوں کے پاس جا کر دنیا بھر کی حکایتیں (اور قصے، کہانیاں) بیان کرتے ہیں اس سے نقصان کا اندیشہ ہے کیونکہ اس سے ان (بزرگوں) کو تکلیف ہوتی ہے اگرچہ تمہاری دل شکنی کے خیال سے وہ اپنے اخلاق کی وجہ سے تم پر ظاہر نہ کریں اور ہے بھی نازیبا حرکت۔ طبیب (معالج) کے پاس

اپنا معالجہ (علاج) کرانے جایا کرتے ہیں یا قصے بیان کرنے کو؟ اور بہت بولنے والے کو ان کے یہاں سے کچھ ملتا بھی نہیں مگر ایسا بھی نہ کرو کہ بالکل خاموش ہی ہو جاؤ کہ وہ کوئی بات خود پوچھیں تو بھی نہ بولو بلکہ اپنی حالت کہو۔ طریقِ اصلاح (اصلاح کا طریقہ) پوچھو فضولیات قصے وغیرہ مت چھیڑو، اس طرح اگر کسی کامل کی صحبت میں بیٹھو گے تو انشاء اللہ بہت جلد اثر ہوگا ؎

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت ست بہتر از صد سالہ زہد و طاعت ست

یہ (صحبت) نہایت اکسیر (اور مؤثر) ہے اس کا خاصہ (خاصیت) ہے کہ خدا (تعالیٰ) کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اگر کہیں کوئی کامل (بزرگ) نظر نہ پڑے تو اس کا بدل (متبادل طریقہ) یہ ہے کہ ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرو، مگر حقائق و معارف کو مت دیکھو بلکہ ان کے مجاہدات کو اور شوق و طلب کے واقعات کو غور سے پڑھو ان کا بھی وہی اثر ہے جو صحبت کا..............تو جس کے پاس کوئی بزرگ نہ ہو وہ بزرگوں کے ملفوظات اور ان کے احوال واقوال کا مطالعہ کرتا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اگر یہ چار جزو کا نسخہ زیرِ عمل رہے گا تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ چالیس دن کے اندر اندر ضرور اس کے دل میں محبتِ خدا پیدا ہو جاوے گی اور میں کیا میرا دعویٰ کیا یہ بھی خدا اور رسول کے ارشاد پر اعتماد کر کے کہتا ہوں کوئی اپنے گھر سے نہیں کہتا (ماخوذ از وعظ حق الاطاعت ص ۱۷ تا ص ۲۰ ملخصاً)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ سے کامل محبت پیدا کرنے کے طریقے کو بیان کرتے ہوئے انہی چیزوں کو دوسرے انداز میں بیان فرمایا ہے، جس میں ایک اور چیز یعنی ”اللہ تعالیٰ سے اپنی محبت عطا فرمانے کی دعا کرنے کا اضافہ ہے“ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

✪......اپنے قلوب (دلوں) کو ٹٹولو، خدا تعالیٰ سے محبتِ کاملہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کی تحصیل (حاصل کرنے) کی تدبیر کرو اور تدبیر بھی میں بتلاتا ہوں، لیکن یہ نہ سمجھ لیجیو کہ محبت امرِ غیر اختیاری (یعنی غیر اختیاری چیز) ہے، اس کا پیدا کرنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے، پھر اس کی تدبیر کیا ہو؟ تو کیونکہ یہ گمان (اور سمجھ) غلط ہے (اس لئے کہ) محبت گو (اگرچہ) خود غیر اختیاری ہو مگر اس کے (حاصل کرنے کے) اسباب اختیاری ہیں جن پر ترتب محبت کا عادتاً (یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا عادت کے موافق واقع اور مرتب ہو جانا) ضروری ہے اور ایسے امور (چیزوں) میں خدا تعالیٰ نے ہر امر (چیز) کی تدبیر بتلائی ہے، سو (لہٰذا) وہ تدبیر یہ ہے کہ تم چند باتوں کا التزام

(اپنے اوپر لازم) کرلو:

﴿۱﴾......ایک تو یہ کہ تھوڑی دیر خلوت (تنہائی) میں بیٹھ کر اللہ، اللہ کرلیا کرو، اگر چہ پندرہ بیس منٹ ہی ہو، لیکن اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔

﴿۲﴾......دوسرے یہ کیا کرو کہ کسی وقت تنہائی میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرو اور پھر اپنے برتاؤ پر غور کیا کرو کہ ان انعامات پر خدا تعالیٰ کے ساتھ ہم کیا معاملہ کررہے ہیں، اور ہمارے اس معاملے کے باوجود بھی خدا تعالیٰ ہم سے کس طرح پیش آرہے ہیں۔

﴿۳﴾......تیسرے یہ کرو کہ جو لوگ محبانِ خدا (اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے) ہیں اُن سے علاقہ (تعلق) پیدا کرلو، اگر ان کے پاس آنا جانا دشوار ہو تو خط وکتابت ہی جاری رکھو، لیکن اس خیال کا رکھنا ضروری ہے کہ اہلُ اللہ کے پاس اپنے دنیا کے جھگڑے نہ لے جاؤ، نہ دنیا پوری ہونے کی نیت سے ان سے ملو، بلکہ خدا کا راستہ ان سے دریافت کرو، اپنے باطنی امراض (روح کی بیماریوں) کا ان سے علاج کراؤ، اوران سے دعا کراؤ۔

﴿۴﴾......چوتھے یہ کرو کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری اطاعت کرو، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کہنا مانا جاتا ہے اس سے ضرور محبت بڑھ جاتی ہے۔

﴿۵﴾......پانچویں یہ کہ خدا تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ اپنی محبت عطا فرمادیں۔

یہ پانچ جزو (چیزوں اور باتوں) کا نسخہ ہے اس کو استعمال کر کے دیکھئے، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت تھوڑے دنوں میں خدا تعالیٰ سے کامل محبت ہوجائے گی، اور تمام امراضِ باطنی (روحانی بیماریوں) سے نجات حاصل ہوجائے گی (اسلام اور زندگی یعنی ”الرفیق فی سواء الطریق“ حصہ اول ص ۳۶ و ۳۷)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب:مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مَسِیحُ الاُمَّت (قسط۱۵)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی،ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے،ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے،جوافادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ''میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں(..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۰) (مؤرخہ ۵/ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بندہ مع اہل وعیال خیریت سے ہے۔

ارشاد: خیریت معلوم ہوکر دل مسرور ہوا۔

عرض: گزشتہ شب خواب میں حضرت والا حکیم الامت مجددملت نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت سے مشرف ہوا،خواب کی تفصیل اس وقت یاد نہیں ہے۔البتہ اجمالاً اتنا خوب یاد ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک وتصوف کے نکات ارشاد فرمائے،نیز جو کچھ بندہ نے عرض کیا اس کی تصویب بنظرِ استحسان فرمائی،بندہ کی ملاقات سے حضرت والا رحمہ اللہ کے چہرہ پر جو مسرت وبشاشت کے آثار ہیں وہ میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔مندرجہ ذیل کلمات بھی خوب ہنوز یاد ہیں:بندہ نے عرض کیا میں حضرت کی زیارت کے لئے آیا ہوں اس پر مسرور ہوئے،پھر میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے بیعت ہوں اور اب حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب سے اصلاح لیتا ہوں،یہ سن کر بہت خوش ہوئے اس سلسلہ میں چند کلمات ارشاد فرمائے جو میں بھول گیا۔الحمدللہ اکثر حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوتی رہتی ہے۔

ارشاد: توافقِ مناسبت بزیادتِ طمانیتِ قلب بتوجہِ روحانی مبارک۔

عرض: بندہ کا مدت سے یہ معمول ہے کہ حضرت والا کو یٰسین شریف کی تلاوت کرکے ایصال ثواب

کرتا رہتا ہے۔

ارشاد: وصل ہوتا رہتا ہے۔

عرض: حضرت دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو حضرت والا کا فیض نصیب کرے اور تا دمِ آخر حضرت کے سلسلہ کی اشاعت وخدمتِ دین میں لگائے رکھے۔

ارشاد: آمین۔

عرض: جناب کی اصلاح وتوجہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندہ کی نفس وشیطان کے اغواء ومکائد سے حفاظت فرمائے۔

ارشاد: آمین۔

عرض: میرے اور میرے اہل خانہ واولاد و جملہ متعلقین کا خاتمہ کامل ایمان پر اللہ تعالیٰ نصیب کرے

ارشاد: آمین، اللہ تعالیٰ یہ خیر تمنائیں بخیر پوری فرمائیں۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت وتوانائی وشفاءِ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے اور درجاتِ رافعہ سے نوازے آمین۔ فقط والسلام آپ کی خصوصی دعاؤں کا محتاج احقر العباد محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: یہ مبارک زبان اللہ تعالیٰ مبارک فرمائیں۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۸ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ)

کیا تعلیم کے دوران بھی رہتی ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں، زیادہ تر چھٹی کے وقت میں ہوتی ہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پھر آپ حضرات کو چاہئے کہ تعلیمی وقت ختم ہوتے ہی دونوں وقت روزانہ اس دری کو اکٹھی کر دیا کریں، جواب دیا گیا کہ ان شاء اللہ اسی کے مطابق عمل ہوگا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا بار ہا کا تجربہ ہے اور اصول بھی ہے کہ اُدھار سے نقد اچھا ہوتا ہے، لہٰذا کیوں نہ ابھی یہ کام شروع کر دیا جائے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے یہ بات فرماتے ہی چند حضرات نے آگے بڑھ کر پھرتی کے ساتھ دری کو اکھٹا کرنا شروع کیا، دری اٹھانے کے دوران ہی حضرت شاہ صاحب کی دری کے نیچے فرش پر نظر پڑی جہاں کافی مقدار میں مٹی اور گرد جمع ہو گیا تھا، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا یہ دیکھئے نقد کا ایک فائدہ تو فی الحال سامنے ہے کہ دری اٹھانے سے معلوم ہوا کہ دری کے نیچے سے صفائی کو لمبی مدت ہو چکی ہے، اس پر پھر حضرت نے کچھ نصائح فرمائیں۔ (جاری ہے............)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

ترتیب: مفتی محمد رضوان

مروّجہ کمیشن پر چندہ کا طریقہ

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

✪ ......ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مدارس کی طرف سے کمیشن (یعنی چندہ کی ہوئی رقم ہی میں سے کوئی تناسب مقرر ومتعین اور طے کرکے) سفیر رکھے جائیں، یہ جائز ہے؟

فرمایا کہ شرطِ فاسد ہے، مگر بکثرت مدارس والے اس بلا میں مبتلا ہیں، جائز وناجائز کو کوئی نہیں دیکھتا، اسی لئے ثمرات وبرکات بھی ویسے ہی پیدا ہورہے ہیں، نہ اساتذہ کو طلبہ پر شفقت اور محبت ہے، نہ طلبہ کو اساتذہ کا ادب واحترام ہے، نہ ظاہراً اُن پر علم کی شان معلوم ہوتی ہے، نہ باطناً اُن میں اس کا اثر ہے، یہ سب غیر مشروع آمدنی کے پھل پھول لگ رہے ہیں، اسی طرح چندوں میں قطعاً احتیاط نہیں کہ وصول کرنے والے کیسی رقم وصول کرکے لائے، نہ تحقیق، نہ تفتیش، وہ وصول کرکے لے آئے، مدرسہ والوں نے داخل کرلیا، کوئی پوچھتا ہی نہیں، مگر بعض بندے اللہ کے محتاط (احتیاط کرنے والے) بھی ہیں، میں تو ہر طرح پر اور ہر صورت سے اہلِ مدارس کو آگاہ کرچکا، مگر کون سنتا ہے (الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۷)

یہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنے دور کی حالت بیان فرمائی ہے، جبکہ اس دور میں اتنے مفاسد اور فتنے پیدا نہیں ہوئے تھے، اور آجکل کا دور تو اس کے مقابلہ میں زیادہ فتنوں کا ہے، اب کیا حالت ہوگی؟

مروجہ کمیشن پر چندے کے ناجائز ہونے کی تصریح موجودہ دور کے محققین نے بھی فرمائی ہے، چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) کے پانچویں سیمینار منعقدہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ، میں کمیشن پر زکوٰۃ کی وصولی کا موضوع زیرِ بحث آیا، اس میں جو فیصلہ کیا گیا وہ درجِ ذیل ہے:

''مقالات اور شرکاء کے مباحثات کی روشنی میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ کمیشن پر زکوٰۃ کی وصولیابی کا مروجہ طریقہ جائز نہیں ہے (اہم فقہی فیصلے ص ۵۵)

دراصل کمیشن کے مروجہ طریقہ کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ شریعت کا مشہور مسئلہ ''قفیزِ طحان'' ہے۔

اس لئے اہلِ مدارس پر لازم ہے کہ وہ کمیشن کے مروجہ طریقہ کو چھوڑ کر محقق اہلِ فتویٰ حضرات سے دریافت کر کے متبادل جائز طریقہ اختیار کریں، کیونکہ چندے میں بے احتیاطی اور مالیات کے معاملات خراب ہونے کا اُخروی نقصان تو اپنی جگہ ہے، دنیوی اعتبار سے بھی اس کے نتائج انتہائی خطرناک ہیں، جن میں اساتذہ کی طرف سے طلبہ کی شفقت ومحبت اور طلبہ کی طرف سے اساتذہ کا ادب واحترام ختم ہوجانا، طلبہ پر ظاہراً وباطناً علم کی شان اور اس کا اثر نہ ہونا بھی شامل وداخل ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ایک عمدہ تجویز اہلِ مدارس کو دی ہے، جس پر عمل کرنے سے اس قسم کے فتنوں کا سدِ باب آسان ہوجاتا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''میں تو سب اہلِ مدارس سے کہتا ہوں کہ مدرسین، ملازمین، طلباء، کے متعلق جتنے معاملات اور حالات پیش آتے ہیں، اہلِ فتویٰ علماء سے استفتاء کر کے ان سب کے احکام جمع کر لیے جاویں، وہی مدارسِ اسلامیہ کا قانون ہوجاوے، اس میں سب سے بڑی مصلحت تو اتباعِ شریعت کی ہے اور اہلِ انتظام کے لئے بھی یہ سہولت ہے کہ جس شخص کی منشاء کے خلاف ان کو کچھ کرنا پڑے گا، وہ شرعی قانون پیش کر کے اپنا عذر بتاسکیں گے اور دوسروں کے لئے بھی حجت ہوگا'' (مجالسِ حکیم الامت ص ۱۳۸، تحریر وترتیب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۶۵ ابوریحان البیرونی)

مثل مشہور ہے ''گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے'' خود ان کی اس سیاہ کاری پر ان کے گھر کی شہادت ملاحظ ہو، نامور انصاف پسند فرانسیسی محقق موسیو سیدیو''تاریخ عرب'' میں رقم طراز ہیں:

''عرب علماء نے غور و بحث کر کے متعدد نئی باتیں ایجاد کیں، اہلِ یورپ نے ان میں سے اکثر استکشافات کو اپنے ہاں کے ان علماء کی طرف منسوب کیا ہے جو پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں ہوئے ہیں، مگر امرِ واقع یہ ہے کہ ایسے استکشافات میں سے اکثر استکشافات عرب علماء کے اختراع کئے ہوئے تھے'' (تاریخِ عرب مترجم ص ۴۱۵، مبحث ۲۲)

؎ تخم آں صحرانشیناں کاشتند — ثمر ایں فرنگیاں برداشتند

؎ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے — کھرا جس کو تم سمجھ رہے ہو زر کم عیار ہوگا

علم کے مینار مولوی طارق محمود

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ابوریحان البیرونی

امتِ مسلمہ نے اپنے عروج واقبال کے دورِ ہمایوں میں ایسی لاتعداد نادرِ روزگار ہستیاں دنیائے انسانیت کو عطیہ کی ہیں جن کی فکر ونظر اور علم وفن نے قدرت کی نیرنگیوں کو آشکارا کیا اور فطرت کے اسرار کو فاش کیا ان نابغۂ عصر ہستیوں میں ایک نہایت ممتاز نام ابوالریحان البیرونی کا ہے، یہ نام آج بھی جس طرح زبان زد عام ہے وہ خود بھی اس بات کا کافی قرینہ ہے کہ اس اسم کا مسمّٰی اور اس مفہوم کا مصداق شہرتِ دوام کا حامل ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ البیرونی کی علمی تحقیقات ،فنی انکشافات اور جغرافیائی وتاریخی دستاویزات نے ٹیکنالوجی دور کے تجرباتی ومشاہداتی سفر میں مشرق ومغرب کے واماندہ قافلوں کو بارہا نشانِ منزل کا پتہ دیا ہے ۔

تھک کر ہر مقام پر دو چار رہ گئے تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

البیرونی کی پیدائش ٣ ذی الحجہ ٣٦٢ھ کو ترکستان کے شہر ''خیوا'' میں ہوئی [1] جو خوارزم کے مضافات میں واقع ہے، اس وقت یہاں آلِ عراق کی حکومت تھی ،زندگی کے ابتدائی پچیس سال البیرونی نے اسی شاہی خاندان کی خدمت میں گزارے اور شاہ خوارزم کے چچازاد بھائی ابونصر منصور بن علی نے اس کی تعلیم وتربیت اور سرپرستی کی۔

جب البیرونی کی عمر پچیس سال کی تھی تو ابوعبداللہ محمد خوارزم اور محمد بن مامون کے درمیان لڑائی چھڑ گئی ،محمد بن مامون لڑائی میں کامیاب ہوگیا اس لئے البیرونی کو یہاں سے نقل مکانی کر کے ''جرجان'' جانا پڑا۔

---

[1] اس زمانے میں بغداد کے تخت پر چوبیسواں عباسی خلیفہ طائع للہ بن مطیع للہ سریر آرائے سلطنت تھا، اس خلیفہ کے عہد میں خراسان، افغانستان میں غزنوی حکومت قائم ہوئی، یہ حکومت ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کی سامانی حکومت کے ملبے سے پیدا ہوئی ،جس کے بانی سلطان محمود غزنوی کے والد امیر سبکتگین تھے، امیر سبکتگین بھی اصلاً سامانی نسل سے تعلق رکھتے تھے مگر گردشِ زمانہ نے اسے غلامی کے دن دکھائے، چنانچہ وہ سامانیوں کے خراسانی صوبہ دار امیر الپتگین کا غلام تھا اور الپتگین کا بیٹا اسحاق سامانیوں کی طرف سے غزنی کا امیر تھا اس کے مرنے پر فوج نے سبکتگین کو امیر بنالیا، یہیں سے اس کی قسمت کا تارہ چمکا اور اس کی خاندانی نجابت اور شجاعت نے اس کا ساتھ دیا، اور وہ مستقل سلطنت کا بانی ہوا، سلطان محمود غزنوی جیسے فاتحِ عالم اور کشور کشا اس سلطنت نے عالمِ اسلام کو عطا کیا۔

جرجان تھوڑا عرصہ قیام کرنے کے بعد البیرونی طبرستان چلے گئے اور طبرستان کے شاہی دربار سے کچھ دنوں تک وابستہ رہے، اتفاق سے اس سال طبرستان کا البیرونی کا قدردان حاکم راہی ملک عدم ہوا تو البیرونی کو اس دربار سے الگ ہونا پڑا اور واپس جرجان آنا پڑا [۱] ۳۹۴ھ میں جب البیرونی کے وطن خوارزم میں سیاسی حالات بہتر ہوئے تو البیرونی شمس المعالی امیر قابوس کے دربار سے رخصت ہو کر واپس خوارزم آئے، اور خوارزم کے امیر علی بن مامون کے دربار سے منسلک ہوئے، علی بن مامون کے بعد اس کے بھائی مامون بن مامون خوارزم کے حاکم بنے جو کہ سلطان محمود غزنوی کے بہنوئی بھی تھے، ۴۰۷ھ میں مامون بن مامون اپنی فوج کے ہاتھوں مارا گیا تو انتقاماً محمود غزنوی نے حملہ کر کے اس علاقے کو فتح کیا اور اپنا گورنر یہاں مقرر کیا، اس طرح البیرونی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ غزنی پہنچے، اس وقت البیرونی کی عمر ۴۵ سال ہو چکی تھی، غزنی کے عہد سے البیرونی کی علمی زندگی کا تکمیلی وسنہری دور شروع ہوتا ہے۔

البیرونی نے غزنی میں قیام کے دوران اپنا ''رصد خانہ'' قائم کیا، اور اپنی کتاب ''نہایات الاماکن لتصحیح مسافات المساکن'' یہاں مرتب کی۔

✪ ......البیرونی ہندوستان میں

اس عرصہ میں سلطان محمود غزنوی ہندوستان کو فتح کر چکے تھے، اس کے نتیجے میں البیرونی بھی ہندوستان پہنچ گئے اور تقریباً بارہ تیرہ سال شاہی نگرانی میں ہندوستان میں گزارے، یہاں انہوں نے سنسکرت زبان سیکھی، اور ہندو مذہب، تہذیب وتمدن، رسم ورواج اور عادات وتوہمات کا مطالعہ کیا، اور اس کے بعد یہ ساری معلومات اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''تحقیق ماللہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل اومرذولۃ'' میں درج کیں، اردو میں اس کتاب کا ترجمہ ''کتاب الہند'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس کتاب میں ہندوستان کا ذکر اتنا مکمل اور جامع ہے کہ ''آئینِ اکبری'' جو ابوالفضل نے اکبر کے دورِ حکومت میں البیرونی کے

---

[۱] جرجان پر اس وقت زیاری امراء حکومت کرتے تھے، جنہوں نے دولتِ زیاریہ کے نام سے یہاں خود مختار سلطنت قائم کی، تاریخ میں ان کا تذکرہ دولتِ زیاریہ کے نام سے ہی ملتا ہے، البیرونی تیسرے زیاری امیر شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کے دورِ حکومت میں جرجان آئے (امیر قابوس نے پہلے ۳۶۶ھ سے ۳۷۱ھ تک حکومت کی ۳۷۱ھ میں دیلمیوں نے اس کی حکومت پر قبضہ کیا تو اسے جلاوطن ہو کر سامانیوں سے سیاسی پناہ لینا پڑی، ۳۸۸ھ میں شمس المعالی امیر قابوس نے دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس حاصل کی اور ۴۰۴ھ تک حکومت کی، ۴۰۴ھ میں وہ قتل ہوا البیرونی کا قابوس کے دربار سے یکے بعد دیگرے دو دفعہ منسلک ہونا قابوس کے اس دوسرے دور کا واقعہ ہے)

زمانے کے چھ سو سال بعد لکھی ہے، بڑی حد تک البیرونی کی کتاب کی مرہونِ منت ہے، اس کے آخر میں البیرونی نے سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کی گئی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے، ایک ''سکایا'' ہے جو چیزوں کی پیدائش اور اس کی قسموں سے متعلق ہے، دسری ''پتن جل (Patanjal)'' ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ روح جب جسم سے نکل جاتی ہے تو کیا ہوتا ہے، جب ان کی یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی تو اس وقت سلطان محمود غزنوی کا انتقال ہو چکا تھا۔

البیرونی نے علمِ ہیئت اور جغرافیہ کے باب میں ہندوستان کو بھی اپنے تجربات کی جولان گاہ بنایا، چنانچہ قدیم ہند کے شہروں سیالکوٹ، ملتان، پشاور کے عرض بلد انہوں نے متعین کیئے، اور یہاں سے قطبی ستارے کی بلندی کی بھی انہوں نے فنی پیائش کر کے ارتفاع معلوم کیا، اپنی جغرافیائی تحقیقات کے سفر میں انہوں نے جہلم کو بھی پائمال کیا، چنانچہ زمین کے قطر کی پیائش کا تاریخ ساز کارنامہ البیرونی نے جہلم کے علاقے پنڈادنخان کے ایک پہاڑی ٹیلے پر بیٹھ کر انجام دیا، انہوں نے زمین کا قطر 24779 میل نکالا جو موجودہ جدید پیائش سے صرف 79 میل کم ہے۔

۴۲۰ھ میں البیرونی ہندوستان سے واپس آئے، اور اس کے ایک سال بعد سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مسعود غزنوی تخت نشین ہوا، اس دوران البیرونی اپنی تصنیف ''القانون المسعودی فی الھیئۃ والنجوم'' مرتب کر چکے تھے، جو ریاضی، ھیئت، علم الافلاک اور جغرافیہ پر مشتمل ہے، البیرونی نے یہ کتاب مسعود غزنوی کے نام منسوب کی۔

✪......البیرونی کی تصانیف

(۱)...... ''کتاب الجواہر'' جو قیمتی پتھروں کے خواص سے متعلق ہے (۲)...... ''کتاب الصیدلہ'' اس میں دواؤں کے خواص بتلائے گئے ہیں (۳)...... ''تفہیم الاوائل صنعت التنجیم'' میں ریاضی اور علم الافلاک کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے (۴)...... ''الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ'' میں قدیم قوموں کی سرگزشت بیان کی گئی ہے، اس کے علاوہ اس کتاب میں مختلف مقامات کے صحیح عرض البلد اور طول البلد بھی دیئے ہیں، اور طبقاتی، عمرانی اور مالیاتی جغرافیہ کے مختلف پہلوؤں میں کافی علمی اضافہ کیا ہے، البیرونی نے یہ کتاب امیر قابوس (جن کا تذکرہ پیچھے گزرا) کے نام منسوب کی، ابھی حال ہی میں ''مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد'' نے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے (۵)...... ''تحقیق ماللہند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل اومرذولۃ'' (اس کا

ترجمہ ’’کتاب الہند‘‘ کے نام سے ہوا جیسے کہ پیچھے ذکر ہوا)1878ء سے اب تک اس کی کئی تصانیف دریافت ہو چکی ہیں، البیرونی کی کل کتب کی تعداد ۱۸۱ تک پہنچ جاتی ہے، ان دو کتابوں کے علاوہ ’’الصیدلہ فی الطب‘‘ کا اردو ترجمہ بھی پنجاب یونیورسٹی سے شائع ہو چکا ہے ’’القانون المسعودی‘‘ جیسی اہم کتاب کا ابھی تک ترجمہ شائع نہیں ہوسکا ’’کتاب الجواہر‘‘ کا انگریزی ترجمہ پاکستان کے مشہور حکیم محمد سعید مرحوم نے کیا، لیکن اس کا اردو ترجمہ ابھی تک نہیں ہوسکا۔

✪......البیرونی کا علمی وادبی مقام

علم وادب میں البیرونی کا مقام بہت بلند ہے، البیرونی آزاد خیالی، ادبی جرأت، بے لاگ تحقیق، بے باک تنقید، اور ہمت وجرأت میں منفرد مقام رکھتے ہیں، ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ کئی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، سنسکرت، یونانی، سریانی اور عبرانی زبانوں میں ماہر تھے، اوراس کے ساتھ ساتھ ریاضی کے پیچیدہ مسائل پر بھی خوب دسترس رکھتے تھے، مشہور طبیب وفلسفی ابنِ سینا (جو کہ ان کا ہم عصر تھا) سے کئی مرتبہ مختلف اوقات میں ان کے علمی مباحثے اور مذاکرے بھی ہوئے۔

جارج ساٹن اپنی کتاب ’’Introdication the histry of sciens‘‘ میں رقمطراز ہیں:

کہ وہ چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر اور پانچویں صدی کے نصف اول کو ابنِ سینا کے بجائے البیرونی کے نام پر نامزد کرنے میں حق بجانب ہیں‘‘

✪......البیرونی کے کارنامے

✪ البیرونی نے علمِ ہیئت کے مطالعہ کے لئے اپنی ترتیب وتحقیق پر مبنی ’’اصطرلاب‘‘ کا ایجاد کیا ✪ نظام شمسی یعنی سیاروں کو اپنے اپنے محور پر اور سورج کے گرد گردش کرنے کا حساب لگایا ✪ البیرونی نے باقی دنیا سے صدیوں پہلے اس مسئلہ پر بحث کی کہ آیا زمین اپنے محور (Axis) کے گرد گھومتی ہے یا نہیں؟ ✪ انہوں نے یہ بھی اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ پھول میں ۳، ۴، ۵، ۶ یا ۸ پتیاں ہوتی ہیں لیکن ۷ یا ۹ نہیں ہوتیں ✪ البیرونی کی یہ بھی تحقیق ہے کہ دریائے سندھ کی وادی سمندر کا حصہ تھی، زرخیز مٹی اور ریت سے پٹ کر خشکی کا زرخیز قطعہ بن گئی

✪......البیرنی مورخین کی نظر میں

مورخ شہروزی البیرونی کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’اس کا ہاتھ قلم کو، آنکھ مطالعے کو اور دل غور وفکر کو صرف کھانے کے اوقات میں چھوڑتا تھا، اس

کی تصانیف ایک اونٹ پر لادے جانے والے وزن سے زیادہ ہیں‘‘

مورخ یاقوت حموی کا بیان ہے کہ:

کہ میں نے ’’وقف جامع مرؤ‘‘ میں البیرونی کی کتابوں کی فہرست دیکھی جو ساٹھ اوراق پر مشتمل تھی

✪......البیرونی پر کی گئی تحقیق

اب تک البیرونی پر سب سے زیادہ کام جرمنی کے پروفیسر سخاؤ (زخاؤ) نے کیا ہے، انہوں نے البیرونی کی کتاب ’’الآثار الباقیہ‘‘ مرتب کی اور اس کا انگریز ترجمہ کیا جو 1876ء میں لبزگ سے شائع ہوا، اس کتاب کا ایک فارسی ترجمہ اکبر دانا سرشت نے تہران سے ۱۳۲۱ھ میں شائع کیا، پروفیسر زخاؤ نے ’’الآثار الباقیہ‘‘ اور ’’کتاب الہند‘‘ کے دیباچوں میں لکھا ہے کہ:

’’البیرونی کی کتب میں دی گئی تحقیقات وانکشافات اتنی وسیع اور دوررس ہیں کہ ان کے عملی تجربہ اور مشاہدہ کے لئے نسلیں درکار ہیں‘‘

البیرونی کی وفات ’’غزنی‘‘ میں بروز جمعہ ۲/ رجب ۴۴۰ھ کو ۷۷ سال ۷ ماہ کی عمر میں ہوئی۔

✪......لمحۂ فکریہ

البیرونی عظیم مسلمان سائنسدان ،تاریخ دان، جغرافیہ دان، ماہر عمرانیات وارضیات تھے اور فلکیات وریاضیات میں عبقری زمانہ تھے، علوم وفنون کے اس سب شعبوں میں ان کی تحقیقات وانکشافات آنے والے زمانوں میں مشرق ومغرب کے دانش کدوں کو منور کرتی رہیں اور ایجادات وانکشافات کے سفر میں تسخیرِ کائنات کے راہ نوردوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتی رہیں، لیکن دانایانِ فرنگ علم وتحقیق کے ان شعبوں میں بھی استبداد واستحصال سے نہیں چوکے...... مسلمان سائنسدانوں کی تحقیقات کو اپنی پندرہویں صدی اور اس کے بعد کے نشأۃ ثانیہ کے دور کے ماہرین علوم کی جھولی میں ڈالنا ان خائنین وسارقین کا پسندیدہ مشغلہ رہا ہے...... پندرہویں صدی عیسوی تک قرونِ مظلمہ کی تاریک فضاؤں میں سانس لینے والے دانایانِ مغرب بھلا آناً فاناً اس قابل کیسے ہو گئے کہ ادھر جہالت سے کروٹ بدلی، پاپائیت کے استبداد کا جوا اپنی گردن سے اتارا اور ادھر آسمان وزمین کے سارے راز ان پر فاش ہو گئے، دانایانِ فرنگ کے یہ کرتوت ان کی تاریخ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے خود ان کے انصاف پسند اہلِ تحقیق نے اس شرمناک حقیقت کا اعتراف کر کے اس کی مذمت کی ہے (بقیہ صفحہ ۶۰ پر ملاحظہ کریں)

Iqra Ghufran

تذکرۂ اولیاء مولوی طارق محمود

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ (قسط۴)

✪......ازواج واولاد

حضرت خواجہ صاحب نے اجمیر کے زمانۂ قیام میں دو نکاح کئے، حضرت کی ان شادیوں کی تفصیلات میں تاریخی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، مختصراً جو باتیں اس بارے میں وثوق واطمینان کے ساتھ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہیں کہ آپ کی ایک بیوی کا نام عصمۃ اللہ بی بی تھا، اور دوسری بی بی کا نام امۃ اللہ تھا۔

بی بی عصمۃ اللہ اجمیر کے حاکم خواجہ وجیہہ الدین مشہدی کی صاحبزادی تھیں، جو کہ خود بھی صاحبِ کمال بزرگ آدمی تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے قرابت دار بھی تھے، اور اس نکاح کا محرک بھی حضور نبی کریم ﷺ کی جانب سے خواب میں ملنے والا اشارہ تھا، واللہ اعلم۔

بی بی امۃ اللہ کسی ہندو راجہ کی بیٹی تھی، ایک معرکے میں جو اسیرانِ جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان میں یہ بھی تھیں، چونکہ شرعاً یہ قیدی باندی اور غلام بنتے ہیں جن کے متعلق مستقل شرعی احکام ہیں اس لئے اس شہزادی کی حیثیت بھی شرعاً باندی کی تھی، اس کو حضرت خواجہ صاحب کی نذر کردیا گیا، اس نے برضاء ورغبت اسلام قبول کیا تو حضرت خواجہ صاحب نے اس کا یہ اعزاز فرمایا کہ ان کو اپنے حبالہ عقد میں لے آئے، زہے قسمت۔ حضرت خواجہ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت میں تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی، صاحبزدگان بی بی عصمۃ اللہ کے بطن سے تھے اور صاحبزادی بی بی امۃ اللہ کے بطن سے تھی، اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱)......سید فخر الدین ابوالخیر (۲)......سید ضیاء الدین ابوسعید

(۳)......سید حسام الدین ابوصالح (۴)......بی بی حافظہ جمال

حضرت خواجہ صاحب نے سید فخر الدین اور بی بی حافظہ جمال علیہم الرحمۃ کو خلافت بھی دی، سید فخر الدین ابو الخیر نے جہاد کے ایک معرکہ میں جامِ شہادت نوش فرمایا، ان کا مزار اجمیر سے ۳۰، ۳۵ میل پر موضع ’’سرواڑ‘‘ میں بیان کیا گیا ہے، جبکہ سید ضیاء الدین، سید حسام الدین، اور بی بی حافظہ جمال احاطہ درگاہ

حضرت خواجہ صاحب میں ہی دفن ہیں۔

✪......تصانیف

بعض اہلِ تحقیق نے تو حضرت خواجہ کی تصنیف وتالیف کا سرے سے انکار کیا ہے کہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مشائخ چشت میں سے کسی اور نے بھی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، اور دلیل میں خیر المجالس سے جو کہ حضرت چراغ دہلوی کی مرتبہ ہے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا یہ قول پیش فرماتے ہیں ''من ہیچ کتاب نہ نوشتہ ام زیرا کہ شیخ الاسلام فرید الدین وشیخ الاسلام قطب الدین واز خواجگان چشت ہیچ شخصے تصنیف نہ کردہ است'' یعنی کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی اس لئے کہ شیخ الاسلام فرید الدین اور شیخ الاسلام قطب الدین اور خواجگان چشت میں سے کسی شخص نے تصنیف نہیں کی۔

لیکن دوسرے اہلِ تذکرہ آپ سے کئی تصانیف منسوب کرتے ہیں جو کہ یہ ہیں:

انیس الارواح، گنج الاسرار، حدیث المعارف، رسالہ وجودیہ، رسالہ در کسبِ فیض، دیوان خواجہ، مکتوباتِ خواجہ (بنام قطب الدین بختیار کاکی)

ان میں سے انیس الارواح کے متعلق ہی زیادہ وثوق سے کہا گیا ہے کہ یہ فی الواقعہ حضرت خواجہ صاحب کی تالیف ہے اور اس میں انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمہ اللہ کے اٹھائیس مجالس کے ملفوظات ونصائح قلمبند فرمائے ہیں۔

باقی تصانیف کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت خواجہ صاحب سے ان کی نسبت کس حد تک صحیح ہے؟ کیونکہ ان کتب کا کوئی نشان اور سراغ آج نہیں ملتا۔ ایک اردو ترجمہ ''مخزن الانوار'' کے نام سے پیش کیا جاتا ہے، کہ یہ گنج الاسرار کا ترجمہ ہے، لیکن اس کتاب کا جو پسِ منظر بیان کیا جاتا ہے وہ تاریخی طور پر گنج الاسرار نامی کتاب کی اصلیت ہی کو سرے سے مشکوک کردیتا ہے۔

اس طرح فارسی دیوان ''دیوانِ خواجہ'' جو آپ سے منسوب کیا جاتا ہے، جس میں سو سے اوپر غزلیات اور ہزار سے اوپر ابیات ہیں، نامور محقق حافظ محمود شیرانی (لاہور) نے اپنے فاضلانہ مقالہ ''دیوان خواجہ معین الدین چشتی'' میں ثابت کیا ہے کہ یہ دیوان حضرت خواجہ صاحب کا نہیں بلکہ نویں صدی ہجری کے ایک مشہور وباکمال عالم مولانا معین الدین فراہی ہروی (ہرات افغانستان کی طرف نسبت ہے) کا ہے جو ایک کثیر التصنیف بزرگ تھے۔

اورحضرت خواجہ صاحب کا شعروسخن کا شغل فرمانے نہ فرمانے میں بھی اہلِ قلم کی دو آراء ہیں، ایک طبقہ کے بقول حضرت خواجہ صاحب کا اس میدان میں کچھ بھی گذر نہ تھا، اور دوسرا طبقہ آپ کو قادر الکلام شاعر قرار دیتا ہے، اور عشق وعرفان میں ڈوبے ہوئے کئی ہزار اشعار کا آپ کو حامل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمانہ کی دستبرد سے آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا (سیر السالکین)

شعراء آتش کدہ میں حضرت خواجہ صاحب کے نام سے یہ دو رباعیاں درج ہیں۔ ؎

عاشق ہردم فکر رخ دوست کند معشوقہ کرشمہ کہ نکوست کند
ما جرم وگنہ کنیم اولطف وعطا ہرکس چیزیکہ لائق اوست کند
اے بعد نبی برسرتو تاج نبی اے دادہ شہاں زتیغ تو باج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالاترشود یک قامت احمدی زمعراج نبی

ترجمہ: عاشق ہردم محبوب کے رُخِ زیبا کے فکر وخیال میں رہتا ہے جبکہ محبوب اپنے شایان شان کرشمہ حسن وادا کی رت جگاتا ہے۔

ہم جرم ونافرمانی کرتے ہیں اور وہ مہربانی اور داد ودہش فرماتا ہے ہر ایک اپنی شایان شان چیز کو بجالاتا ہے

اے وہ نبی کہ انبیاء کے بعد نبوت کا تاج تیرے سر پر سجایا گیا، اے وہ نبی کہ شاہانِ عالم نے تیرے جہاد کی تلوار لہرانے پر باج وخراج ادا کیا۔

آپ ہی وہ ہستی ہیں کہ جن کی معراج سب پر فوقیت لے گئی، ایک قد وقامت احمدی ہی ہر نبی کی معراج سے بڑھ کر ہے۔

✪ ......ذوقِ سماع

حضرت خواجہ صاحب اور بعض دیگر خواجگانِ چشت کے اشغال میں ''سماع'' کا بھی ذکر عام طور پر ملتا ہے، بلکہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے بعد تیسرے طبقے کے چشتی بزرگ ہیں آپ کا ذوقِ سماع مشہور ومعروف ہے اور پھر اس سلسلہ میں علماء وفقہاءِ وقت، بلکہ خود بعض آپ کے خلفاء کا بھی آپ سے اختلاف تذکروں میں عام طور پر بوضاحت مذکور ہے۔

✪ ......آج کل کے مروجہ سماع اور قوالیاں

لیکن ان بزرگوں کے سماع سے ابناءِ زمانہ کے ہاں اس زمانے کے مروجہ قوالی اور سماع کو کچھ بھی نسبت نہیں

Idara Ghufran

جس میں ہوا و ہوس کے بندے اور احکام شرع سے جاہل گدی نشین بزرگوں کے سماع کا نام استعمال کرتے ہوئے بھانڈ اور گویوں کو جو خود پرلے درجے کے فاسق فاجر ہوتے ہیں اکھٹا کر کے مزارات، درگاہوں اور دوسرے مقامات میں ہڑبونگ مچا دیتے ہیں اور احکامِ شرع سے بغاوت اور حدودِ شرع سے تجاوز کرتے ہوئے ایسا طوفانِ بے تمیزی برپا کرتے ہیں کہ مسلمانی سر پیٹ کر رہ جاتی ہے، راگ و رنگ، فسق و فجور، شور شرابا، ناچ بھنگڑا، شرکیہ و کفریہ کلمات عام طور پر یہی چیزیں آج کی ان بے ہودہ مجالس قوالی اور محافلِ سماع کے اجزائے ترکیبی ہیں ''چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک''، جاہل، بھانڈ قسم کے قوال بزرگوں کی مدح وستائش میں جس قسم کے اشعار اور ابیات بے ہنگم سُر میں پڑھتے ہیں اس سے تو ان بزرگوں کی روح تڑپ جاتی ہوگی، بلکہ زمین بھی کانپ جاتی ہوگی، کیونکہ ان بزرگوں کی تو ساری زندگی سنت کی اتباع اور توحید ورسالت کی تبلیغ واشاعت میں گذری، قوالی کی ان مجلسوں میں ایک طرف توحید ورسالت کی بنیادیں اکھیڑی جاتی ہیں اور دوسری طرف راگ گانا اور دوسرے منکرات اور خلافِ شرع اعمال کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کتنے بھی بڑے مقام اور مرتبہ تک پہنچ جائیں لیکن صحابیت کے مقام سے نیچے نیچے ہی رہتے ہیں پھر اس سے آگے مقامِ رسالت ہے لیکن شریعت نے اس کی بھی حدود اور قیود مقرر کی ہیں، اگر نبی کی عقیدت ومحبت میں غلو کرتے ہوئے شریعت کی اس مقررہ حد کو پار کریں گے تو یہ عین گمراہی ہوگی۔

سابقہ امتوں میں سے عیسائیوں کا حال قرآن نے کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کی شان میں حد سے زیادہ غلو کیا تو قرآن نے جا بجا ان کی مذمت فرمائی ہے، اور ان کو گمراہ اور مردود ٹھہرایا ہے ''لَقَدْ کَفَرَالَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٌ'' اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہر زمانے میں اہلِ حق کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہیں جو دین کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، اخلاقیات غرضیکہ شریعت وطریقت کے ہر باب میں خرابیوں کو الگ کرتے ہیں، اور صحیح دین کی تعلیمات کو اجاگر فرماتے ہیں ورنہ تو یہ نفس وہوا کہ بندے دینِ اسلام کی اس سے بھی بری گت بناتے جو یہودیوں نے دینِ موسوی اور عیسائیوں نے دینِ عیسوی کی بنائی، ایک آدمی قرآن کی ایک آیت کا صحیح مفہوم نہ جانتا ہو نہ اس کو قرآن کی تلاوت یا اس کے علوم سے کچھ لگاؤ و تعلق ہو اور نہ احادیثِ نبویہ کے پڑھنے سمجھنے کی اس کو کبھی توفیق ہوئی ہو

اور نہ دین کے فرضِ عین درجے کے ضروری احکام ومسائل کا وہ علم رکھتا ہو اور اپنی عملی زندگی اس کی شریعت کے فرض واجب درجے کے احکام کی بجاآوری سے بھی خالی ہو اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ وضع وقطع اور شکل وشباہت کے اعتبار سے بھی وہ فاسق فاجر ہو ایسے آدمی کو مسلمانوں کی شامتِ اعمال سے موروثی طور پر گدی ہاتھ آجائے اور سادہ لوح مسلمان جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے محض بزرگوں کی اولاد ہونے کی بناء پر اس کے لئے ہر قسم کے تقدس وتبرک کے راگ الاپنے لگیں تو اس سارے کھیل میں مسلمانی کی تو مٹی پلید ہوجائے گی ان جاہل نفس پرست پیروں اور جاہل معتقدین سے جن جن اعمال وافعال اور اقوال کا صدور ہوگا وہ کم ازکم اسلامی اعمال واحکام تو نہ ہونگے ، دنیا میں بڑے سے بڑے گناہ ہر زمانے میں ہوتے آئے ہیں، آج بھی جو لوگ نفس وشیطان کے غلام بن کر گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دیتے ہیں تو وہ شوق سے ہلاکت کی ان راہوں پر چلیں ،لیکن ہوا وہوس کے ان دھندوں پر تصوف ،طریقت ، بزرگوں اور اولیاء اللہ کی محبت کا نام تو نہ دھریں۔ تصوف وطریقت کے چاروں سلاسل اور ان کے اعمال واشغال اور مشائخ کے حالات وسوانح تو آج بھی کتابوں میں محفوظ ہیں، ذرا اپنے اعمال واشغال اور حرکات کا موازنہ ان معتبر بزرگوں کی تعلیمات وارشادات سے اور اپنی صورت ، سیرت، وضع قطع اور عادات اخلاق کا موازنہ ان بزرگوں کی اجلی بے داغ صورت وسیرت سے کیا جائے کچھ بھی نسبت ان نام نہاد نام لیواؤں کو ان بزرگوں سے ہے؟ ان بزرگوں کا تو یہ حال تھا کہ فرض وواجب درجے کے احکام تو خیر سب ہی بجا لاتے ہیں ان سے تو کبھی سنت ومستحب عمل بھی چھوٹ جاتا تو بڑا غم کرتے ، نبی علیہ السلام کا نام لینا یا بزرگوں کی عقیدت ومحبت کا دم بھرنا تو آسان ہے یہ کام تو عیسائی ، یہودی بلکہ ہندو بت پرست بھی اپنے اپنے پیشوایانِ مذاہب کے متعلق کرتے ہیں، لیکن جن بانیانِ مذاہب کا وہ نام لیتے ہیں ان کی تعلیمات کو دنیا سے ناپید کرنے والے یہی جھوٹے عاشق اور نام نہاد نام لیوا ہوتے ہیں، اس طرح نبی علیہ السلام اور بزرگانِ دین کا نام لے لے کر اسلام کی بنیادوں پر تیشے چلانا، حلال وحرام اور جائز وناجائز کے اسلامی مفصل احکام کی بساط لپیٹ کر طاقِ نسیاں میں رکھ دینا اسلام میں عیسائیت اور یہودیت کی تاریخ دہرانا ہے۔

الحذر الحذر از دراز دستی ایں کوتاہ آستیناں الحذر

✪......آمدم برسر مطلب

ان بزرگوں کے ہاں کس طرح کا سماع ہوتا تھا ذرا خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات میں سے

ملاحظہ ہو، فرمایا:

سماع کے واسطے تین باتیں درکار ہیں زمان، مکان، اخوان، پھر آگے فرمایا سماع کے واسطے کئی چیزیں درکار ہیں جب یہ موجود ہوں اس وقت سماع سنے(۱)...... مسمع (۲)...... مستمع (۳)...... مسموع (۴)...... آلہ سماع۔ مسمع یعنی سنانے والا پورا مرد ہو لڑکا یا عورت نہ ہو، مستمع یعنی سننے والے سب متقی پرہیز گار ہوں، فاسق، فاجر، دین سے آزاد اور نفس وشیطان کے پیروکار نہ ہوں اور یادِ حق میں مشغول ہوں قوالی سنانے والا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قوالی سنائے، قوالی سنا کر اجرت حاصل کرنا اس کا مقصد نہ ہو، مسموع یعنی وہ مضمون جو سنایا جارہا ہے فحش اور خلافِ شرع نہ ہو، آلہ سماع یعنی مزامیر گانے بجانے کے آلات دف، ڈھولک اور سارنگی وغیرہ بالکل نہ ہو تب یہ سماع سننا مباح ہے (شریعت وطریقت بتغیر ص ۲۹۵)

یہ تھا ان حضرات کا سماع، مگر فقہائے کرام جن کے ہاتھ میں شریعت کا انتظام ہے وہ اس کو بھی ناجائز اور حرام کہتے ہیں، اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ سماع کی خاصیت ہے کہ وہ کیفیتِ موجودہ کو قوی کر دیتا ہے، اگر سماع کی اجازت دی جائے تو ان شرکاء میں جو کیفیت اس وقت موجود ہوگی اس میں مزید قوت پیدا ہوگی اور زیادہ تر نفوس میں شر ہے، کیونکہ عوام میں شہوت اور نفس کی خواہش غالب ہے، سماع سے اس میں مزید تقویت پیدا ہو کر مفاسد اور خرابیوں کی طرف ان کو لے جائے گا، اس لئے بزرگوں نے فرمایا ہے "الغناء رقیۃ الزنا" غنا زنا کا منتر ہے۔

چنانچہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کا سماع حدودِ شرع کی رعایت کی وجہ سے ناجائز نہ تھا، لیکن پھر بھی فقہائے وقت اس کو انہی مذکورہ وجوہ سے ناجائز اور بدعت کہتے ہیں، اور ناجائز کا قول کرنے والوں میں خود سلطان کے خلیفۂ اعظم حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ بھی تھے، آپ ہر قسم کے سماع سے کلی اجتناب کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے ایک پیر بھائی کے ہاں مجلسِ سماع منعقد ہوئی آپ وہاں موجود تھے جب سماع شروع ہوا تو آپ وہاں سے اٹھ کر چل دیئے، لوگوں نے روکا تو فرمایا یہ بات خلافِ سنت ہے، لوگوں نے کہا آپ نے اپنے بزرگوں کا مسلک ترک کر دیا اور سماع کے منکر ہو گئے؟ فرمایا یہ کوئی دلیل نہیں، قرآن وحدیث سے کوئی سند لاؤ، لوگ خاموش ہو گئے اور حضرت اپنے گھر تشریف لے گئے۔

حمید شاعر نے خیر المجالس میں حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ کا مسلک سماع کے متعلق یہ نقل فرمایا ہے:

''عزیزے بخدمت شیخ نصیر الدین محمود آمد و آغاز کرد کہ کجا روا باشد کہ مزامیر در جمع باشد و دف دنائے و رباب و صوفیاء رقص کنند؟

خواجہ فرمودہ ند کہ مزامیر باجماع مباح نیست اگر یکے از طریقت بیفتد بارے در شریعت باشد، اگر از شریعت ہم بیفتد کجا رود؟ اول در سماع اختلاف است نزدیک علماء با چندیں شرائط مباح اہل آں را، اما مزامیر باجماع حرام است'' (خیر المجالس)

حاصل حضرت کے ارشاد کا یہ ہے کہ سماع کے معاملہ میں اختلاف ہے علماء کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جائز ہے لیکن صرف ان لوگوں کے لئے جو اس کے اہل ہوں، البتہ ڈھول باجوں کے ساتھ سماع سننا بالاتفاق حرام ہے۔

✪......نکتہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کے ذوقِ سماع اور مجالسِ سماع کی ایک لطیف اور باریک وجہ بعض محققین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت سرزمینِ ہند میں دینِ اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لئے تشریف لائے تھے، آپ نے اپنے اس مشن کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف فرمائیں، اور چونکہ اہلِ ہند کو نغمہ لحن سے بہت ہی زیادہ مناسبت اور لگاؤ تھا، بلکہ بھجن تو ان کے مذہب کا جزو لازم تھا، چنانچہ آپ نے حدودِ شرع کو ملحوظ رکھ کر سماع کے ذریعہ کو بھی تبلیغ دین کے لئے کارآمد بنایا۔

پس ایک طرف تو آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی اور رشد وہدایت والی مجالس سے تبلیغ کا کام لیا اور دوسری طرف ضمنی طور پر مجالسِ سماع کے ذریعہ بھی ان میں دردِ عشق کا الاؤ روشن کر کے ان کو اسلام کا اسیر بنانے پر توجہ دی، ایک دفعہ ایک محفلِ سماع میں ایک رباعی پڑھی گئی تو حضرت خواجہ صاحب بے ہوش ہو گئے، اور روایت ہے کہ سات دن رات ماہی بے آب کی طرح عالمِ بے ہوشی وجذب میں تڑپتے رہے، رباعی ملاحظہ ہو ۔

عاشق بہ ہوائے دوست بے ہوش بود   وز یادِ محبت خویش مدہوش بود
فردا کہ بحشر خلق حیراں ماند   نام تو دروں سینہ وگوش بود

(جاری ہے......)

پیارے بچو! مفتی ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

ٹی وی نہیں دیکھوں گا

پیارے بچو! آج کل گھر گھر میں ٹیلی ویژن آ گیا ہے، پہلے زمانے میں جب تک ٹی وی نہیں چلا تھا اس وقت بچوں کے پاس پڑھنے لکھنے کا بھی وقت ہوتا تھا اور گھر کے کام کاج کرنے کا بھی اور اپنے بڑوں کی خدمت کرنے کا بھی، اور آج کے زمانے میں اکثر بچوں کا زیادہ تر وقت ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ کر فضول اور بے مقصد پروگرام دیکھتے ہوئے گزرتا ہے۔

پہلے زمانے میں چھوٹے بچوں کو سب سے زیادہ شوق قصے، کہانیاں سننے کا ہوتا تھا، اسی لئے رات کے وقت جب بچے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی بڑا ان کو کوئی کہانی سنائے، اس زمانے میں بعض لوگوں کو بڑی اچھی اچھی کہانیاں یاد ہوتی تھیں، بعض بوڑھی عورتیں قصے کہانیاں سنانے میں بہت مشہور ہوتی تھیں، اور وہ جہاں کہیں بھی ہوتیں تو رات کے وقت ان کے پاس بچے جمع ہو جاتے اور کہانیاں سننے سنانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، جن لوگوں یا عورتوں کو بہت زیادہ کہانیاں یاد ہوتی تھیں اگر وہ کسی دوسرے کے گھر چلے جاتے تو وہاں ان سے کہانیاں سننے کا مطالبہ اور ڈیمانڈ بہت بڑھ جاتی تھی، اور ایسے وقت رات کو بہت دیر دیر تک ان سے کہانیاں سننے کے مطالبے ہوتے رہتے تھے، اور بچے یہ کہانیاں سنتے سنتے سو جاتے تھے، اور نیند میں بھی انہی کہانیوں کے خواب اور سپنے دیکھتے اور صبح اٹھ کر بھی رات کی سنی ہوئی کہانی ہی کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے اور بچو! اُس زمانے میں یہ قصے اور کہانیاں آج کل کے ٹیلی ویژن میں آنے والے، پروگراموں، ڈراموں اور کارٹونوں کی طرح کی فضول نہیں ہوتی تھیں، بلکہ اس زمانے کے قصوں اور کہانیوں سے بڑی بڑی باتیں حل ہو جایا کرتی تھیں، اور بچوں کو بہت سی ایسی معلومات حاصل ہو جایا کرتی تھیں جو اُن کی زندگی میں آگے چل کر کام آیا کرتی تھیں، اور بچوں کو بچپن کے زمانے سے ہی ان کہانیوں کو سن کر کافی سمجھ بوجھ پیدا ہو جایا کرتی تھی۔

اُس زمانے کے جو لوگ آج زندہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ انہیں بچپن میں سنی ہوئی ان کہانیوں سے کتنا فائدہ ہوا۔ اور آج بھی وہ بچپن کی ان سنی ہوئی کہانیوں سے بہت سے اپنے الجھے ہوئے مسائل حل کر لیتے ہیں۔

اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ کافروں نے جو مسلمانوں کے دشمن ہیں سوچا کہ مسلمانوں کے یہ بچے تو اپنے گھروں سے ہی سب کچھ سیکھ لیتے ہیں اور بڑے ہو کر ہمارے بہکاوے میں نہیں آتے کوئی ایسا طریقہ نکالنا چاہئے کہ مسلمانوں کے بچوں کا ذہن گھر والوں سے ہٹ جائے اور یہ اپنے بڑوں سے آزاد ہو جائیں اور ہم پھر جس طرح سے چاہیں ان کا ذہن بنائیں اور ان کو اپنے راستہ اور اپنی لائن پر لگا دیں، کافی سوچ سمجھ کر یہ طریقہ نکالا کہ ایک ایسی چیز تیار کی گئی جس میں آنکھوں سے بھی سب کچھ نظر آتا تھا اور بولنے کی آواز بھی سنائی دیتی تھی، آج ہم اس چیز کو ٹیلی ویژن کہتے ہیں۔ یہ ٹیلی ویژن کیا آیا کہ پہلے زمانے کے پیارے پیارے قصوں اور پیاری پیاری کہانیوں کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔

ٹیلی ویژن آنے کے بعد نہ کسی کو قصے، کہانی سننے کا شوق رہا اور نہ ہی اپنے بڑوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے کا، اور نہ ہی گھر کے کام کاج کرنے کا اور نہ ہی بڑوں کی خدمت کرنے کا، بس اس کے بعد تو ایک ہی شوق ہو گیا اور وہ ٹی وی دیکھنے کا شوق تھا۔

ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے کافروں اور اسلام کے دشمنوں نے اپنے سارے مقصد آہستہ آہستہ حاصل کرنا شروع کر دیئے، اور اسی دوران ایک پروگرام ایسا شروع کیا جو سارے بچوں کا پسندیدہ پروگرام شمار ہونے لگا، یعنی ''کارٹون'' یہ کارٹون کا پروگرام تو اتنا گیا گزرا تھا کہ جس کا کوئی سر اور کوئی پیر ہی نہیں تھا، شروع سے آخر تک کارٹون کا پورا پروگرام دیکھنے کے بعد کوئی فائدہ تو کیا حاصل ہوتا، یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ اس کا شروع کیا تھا اور آخر کیا، روزانہ گھنٹوں گھنٹوں بچے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر اس پروگرام کو دیکھتے اور کوئی بھی مقصد اور فائدہ حاصل نہ ہوتا، اس پروگرام نے بچوں کی ساری صلاحیتوں کو تباہ کر دیا اور ان کے مستقبل کا گویا کہ بیڑہ غرق کر دیا، اب اس پروگرام کے بعد نہ تو بچوں کا پڑھائی میں دل لگتا اور نہ بڑوں کی خدمت اور گھر کے کام کاج میں، بچے اسکول جا کر بھی ٹی وی کے پروگراموں کو ہی یاد کرتے اور سوچتے رہتے ایک لڑکا جس کا نام کامران تھا وہ ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا بہت شوقین تھا، اسے یوں تو ٹی وی کے سارے پروگرام ہی پسند تھے لیکن کارٹون والا پروگرام کچھ زیادہ ہی پسند تھا، وہ کوئی بھی کارٹون والا پروگرام دیکھے بغیر نہیں رہتا تھا، اگر وہ کسی کے گھر گیا ہوا ہوتا اور اس پروگرام کا وقت شروع ہو جاتا تو وہ وہاں بھی اس پروگرام کو دیکھنے کے لئے ٹی وی آن کرا دیا اور چلوا دیا کرتا تھا، کامران کے پاس نہ تو گھر آ کر اسکول کی کتابیں دیکھنے کا وقت ہوتا تھا اور نہ ہی گھر کے کسی کام کرنے کا وقت نہ گھر کے کسی بڑے کے پاس بیٹھنے

کا، اگر گھر میں مہمان آتے تو بھی کامران ان کے قریب نہیں لگتا تھا، کامران کی ان باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے اس کے گھر والے، رشتہ دار اور استاذ سب ہی ناراض تھے کامران کے رات کو دیر تک ٹی وی دیکھنے کی وجہ سے صبح کو اسکول جانے کے وقت بھی اس کی مشکل سے آنکھ کھلتی، بڑی مشکل سے وہ جاگتا، لیکن اس کی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس کی صحت بھی کافی خراب ہو رہی تھی اور مزاج بھی کافی چڑچڑا ہو گیا تھا۔

ایک دن کامران ٹی وی دیکھ رہا تھا، ٹی وی پر کسی ڈاکٹر صاحب کے مشورے آرہے تھے جس میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ زیادہ ٹی وی دیکھنے والوں اور ہر وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہنے والوں کی نظر کمزور ہو جاتی ہے اور ٹی وی دیکھنے سے انسان کے دماغ پر بھی اثر پڑتا ہے، خاص طور پر بچے زیادہ متأثر ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے اندر زیادہ طاقت اور قوت نہیں ہوتی، لہٰذا بچوں کو زیادہ دیر تک ٹی وی کے سامنے نہیں بیٹھنا چاہئے، کامران نے جب ڈاکٹر کی یہ باتیں سنیں تو اس پر بہت اثر ہوا، کامران کی نظر تو پہلے سے ہی کمزور تھی اور نظر کا چشمہ لگا ہوا تھا، اور اسکول میں بھی کئی مرتبہ وہ فیل ہو چکا تھا، جب کامران نے ڈاکٹر صاحب کی ایک ایک بات کو سوچنا شروع کیا تو اس کو ڈاکٹر صاحب کی ساری باتیں صحیح معلوم ہوئیں، اور اسے یاد آیا کہ جس محلّہ کی مسجد میں وہ سپارے پڑھنے جایا کرتا تھا وہاں کے قاری صاحب بھی یہ باتیں بار بار بتلاتے رہتے تھے کہ ٹی وی دیکھنے کے شوقین بچے پڑھنے لکھنے میں کمزور ہوتے ہیں، اب کامران نے اس بات کا پکا ارادہ کر لیا کہ ’’ٹی وی نہیں دیکھوں گا‘‘ اس کے بعد کامران نے ٹی وی دیکھنا بالکل چھوڑ دیا، چند ہی دنوں میں کامران کی نظر بھی صحیح ہوگئی اور نظر کے چشمہ کی اسے ضرورت نہیں رہی، اور پڑھائی لکھائی میں بھی کامران اپنی کلاس میں پہلے نمبر پر آ گیا، اب کامران گھر کے کام کاج بھی کرتا اور دوسروں کی خدمت بھی کرتا اور جب کوئی ملنے جلنے والا آتا اس کے پاس بھی بیٹھتا، اور رات کو جلدی سو جانے کی وجہ سے اس کی نیند بھی پوری ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے کامران اپنی صحت کو بھی بہتر محسوس کرتا تھا اور پہلے کی طرح اب اس کا مزاج بھی چڑچڑا نہیں رہا تھا، کامران یہ محسوس کرتا تھا کہ اب اس کی زندگی صحیح رخ پر چل پڑی ہے اور اس کا مستقبل روشن ہے، اور بڑا ہو کر ایسا ہی ہوا کہ کامران معاشرہ میں ایک باعزت انسان بن گیا۔

ٹھوکر کھا کر سنبھلنے والے جیت ہے تیری ہار نہیں

بزمِ خواتین مفتی محمد رضوان

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنایئے (قسط۲)

یوں تو سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کی بے شمار مثالیں اور بے انتہاء واقعات موجود ہیں، لیکن بڑے لوگوں کی ایک کہاوت مشہور ہے کہ ''جگ بیتی سناؤں، یا آپ بیتی'' جس کے جواب میں ''آپ بیتی'' کو ترجیح دی جاتی ہے، لہٰذا اسی مناسبت سے اپنے ساتھ پیش آیا ہوا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

✪......میرے نکاح کا واقعہ

سن ہجری ۱۴۱۵، اور سن عیسوی ۱۹۹۵ چل رہا تھا، اسلامی مہینہ شعبان المعظم اور عیسوی مہینہ جنوری کا تھا، اسلام آباد میں جس جگہ میرے نکاح کے بارے میں مجھے اور گھر والوں خصوصاً والدہ محترمہ اور ہمشیرہ صاحبہ کو صرف ایک مرتبہ جا کر ملاقات کرنے میں اطمینان ہو گیا تھا، جبکہ وہ حضرات پہلے سے جان پہچان والے اور رشتہ دار بھی نہ تھے اور کبھی میری رہائش گاہ پر تشریف بھی نہیں لائے تھے، اس لیے میرے اہلِ خانہ کی طرف سے ان لوگوں کو دعوت دی گئی تھی کہ آپ حضرات بھی کم از کم ایک مرتبہ تشریف لا کر گھر اور مالی حیثیت وغیرہ کا جائزہ لے لیں، لیکن وہ حضرات ان چیزوں کی غرض سے آنے پر آمادہ نہیں تھے اور نکاح پر اصرار کر رہے تھے، بہرحال میرے ایک قریبی تعلق دار ''جناب افتخار احمد صاحب'' کے کہنے سُننے پر کسی طرح وہ حضرات راولپنڈی میری قیام گاہ مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار آنے پر آمادہ ہو گئے۔

۲۱ شعبان المعظم/۲۳ جنوری بروز پیر صبح کے وقت ان حضرات نے آنا تھا، ابھی عام معمول کے مطابق میں اور میرے گھر والے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوئے ہی تھے، میرے دو بھائی (بڑے جناب محمد فرقان صاحب اور چھوٹے محمد عدنان صاحب) اپنی دوکان پر تشریف لے جا چکے تھے، میں اُن دنوں جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمت انجام دیتا تھا، لیکن اس دن ان حضرات کی آمد کی وجہ سے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا، صبح کا جو وقت ان حضرات کی طرف سے پہنچنے کا مقرر تھا، وہ حضرات اس سے کچھ پہلے ہی تشریف لے آئے، تشریف لانے والوں میں جناب فضل الکریم کھوکھر صاحب (میرے

Idara Ghufran

موجودہ خسر صاحب) اُن کی اہلیہ صاحبہ، اور جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب (اسلام آباد والے) اور ایک اور خاتون ’’مولانا ظہور احمد علوی صاحب: مہتمم جامعہ محمدیہ چائنہ چوک اسلام آباد کی اہلیہ محترمہ‘‘ شامل تھیں......دونوں خواتین نیچے میرے غریب خانہ میں والدہ محترمہ وغیرہ کے پاس تشریف لے گئیں، اور دونوں مَرد حضرات باہر کی طرف سے مسجد ہی میں تشریف لے آئے، اور مسجد کی اوپر والی منزل کے صحن ہی میں باہر بیٹھ گئے، مسجد کے اسی حصہ میں مشرق کی طرف میرا حجرہ بھی تھا جس میں ضروری دینی کتب اور نشست وغیرہ کا انتظام تھا، باوجود میرے اصرار کے وہ حضرات اندر حجرہ میں تشریف نہیں لائے، سردیوں کا موسم تھا، اس وقت مسجد کی اوپر والی منزل کے صحن میں دھوپ پوری طرح آ چکی تھی، بیٹھنے کے بعد فوراً ہی شیخ الحدیث صاحب نے اس طرح بات شروع فرمائی کہ:

’’جناب کھوکھر صاحب آپ کے پاس آنے کے لئے مجھے لینے کے لئے میرے گھر تشریف لائے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ ہمارے وہاں جانے کا کیا مقصد ہے؟ جب رشتہ پسند ہے اور دینداری دیکھ کر سب کچھ کیا جا رہا ہے تو اب مزید کسی چیز کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے چلنے سے پہلے مقصد متعین کرلیا جائے اور وہ مقصد بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہئے، اس کے بعد ہی جانے کی ترتیب سوچی جاسکتی ہے، اس کے جواب میں اِنہوں نے فرمایا کہ آپ شریعت کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، لہٰذا جس طرح آپ فرمائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ اسی طرح عمل کرلیا جائے گا، اس کے جواب میں شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ آج کی نشست میں نکاح ہوجانا چاہئے، لہٰذا ہم لوگ بچی سے اجازت لے کر آئے ہیں اور آج کی اس نشست میں اس وقت نکاح کا ارادہ ہے‘‘۔

شیخ الحدیث صاحب نے نکاح کے چار فارم بھی اپنے ساتھ لئے ہوئے تھے، لیکن اس طرح سے کہ وہ بظاہر نظر نہیں آ رہے تھے، کیونکہ اُنہوں نے وہ فارم سر پر اوڑھے جانے والے رومال میں لپیٹے ہوئے تھے، اور انہوں نے نکاح فارم میں تقریباً ضروری چیزیں راستہ میں ہی درج کرلی تھیں، کچھ چیزیں (مثلاً مہر کی مقدار وغیرہ) پُر کرنا باقی تھیں، جب انہوں نے اس طرح اچانک نکاح کی بات چھیڑی، تو میں نے شیخ الحدیث صاحب سے مخاطب ہوکر گفتگو شروع کی، جس میں میری طرف سے کچھ سوالات اور شیخ الحدیث صاحب کی طرف سے جوابات کا ایک مختصر سا سلسلہ قائم ہوا، جس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

محمد رضوان:......ابھی تو میں نے کپڑے وغیرہ بھی تبدیل نہیں کئے، اتنی جلدی بھی کیا ہے؟

Idara Ghufran

شیخ الحدیث صاحب:......کپڑے تبدیل کرنا نکاح کے لئے ضروری نہیں اور نہ پرانے یا میلے کپڑے نکاح میں رکاوٹ ہیں۔

محمد رضوان:......ابھی تو میرے بھائی صاحبان بھی موجود نہیں ہیں وہ اپنے کام پر تشریف لے جاچکے ہیں؟

شیخ الحدیث صاحب:......اُن کو فون کر کے بلایا جاسکتا ہے، ہم لوگ اُن کی آمد کا انتظار کر لیتے ہیں۔

محمد رضوان:......ابھی کسی رشتہ دار کو بھی اطلاع نہیں دی گئی اور ان سے اجازت بھی نہیں لی گئی؟

شیخ الحدیث صاحب:......آپ ماشاء اللہ عاقل، بالغ اور عالمِ دین ہیں آپ کو اپنا نکاح منعقد کرنے کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، رہا مسئلہ اُن حضرات کو اطلاع دینے کا، تو وہ فون پر دی جاسکتی ہے۔

محمد رضوان:...... یہاں ہم صرف تین افراد ہیں نکاح میں اور لوگوں کی بھی تو ضرورت ہوگی؟

شیخ الحدیث صاحب:......مسجد کے باہر آپ کے جاننے والے احباب ہونگے، صرف ضرورت کے بقدر ایک آدھ کو بلا لیجئے، تاکہ گواہی وغیرہ کا نصاب پورا ہوجائے، باقی زیادہ افراد نکاح کے درست ہونے کے لئے ضرورت نہیں۔

محمد رضوان:......ابھی نکاح کے لئے اور بھی بہت سے مراحل باقی ہیں، آخر آپ کو اتنی جلدی کیا ہے؟

شیخ الحدیث صاحب:......وہ کون سے مراحل ہیں؟ طرفین نے ایک دوسرے کو پسند کرلیا ہے، آپ کے گھر والوں نے اور اُن کے گھر والوں نے ایک دوسرے کے لئے مثبت رائے قائم کردی ہے، استخارہ بھی ہوگیا ہے، دینی اعتبار سے بھی دونوں طرف سے کفو اور جوڑ مل گیا ہے، اور حدیث شریف میں اس کے بعد دیر کرنے سے منع کیا گیا ہے، اب جتنی بھی بغیر وجہ کے دیر ہوگی اس پر گناہ شروع ہوجائے گا، اور جتنے لوگوں کو درمیان میں ڈالیں گے اتنا ہی وہ شریعت اور سنت کے مطابق کام کو انجام دینے میں رکاوٹ ڈالیں گے اور مختلف رائے دے کر آپ کو اُلجھن میں مبتلا کر کے طرح طرح کے مسائل کھڑے کردیں گے اور اس طرح بلا

Idara Ghufran

وجہ مزید تاخیر ہوتی چلی جائے گی، پھر اسی حساب سے تاخیر کے گناہ کا سلسلہ بھی جاری رہے گا، بعد میں ولیمہ پر آپ جن جن حضرات کو چاہیں مدعو کر لیں، اور آخری بات یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے طرفین کا امتحان شروع ہو گیا ہے، منبرِ رسول پر بیٹھ کر نکاح کے آسان ہونے کو بیان کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا دو الگ، الگ چیزیں ہیں، بیان تو شاید کتنی مرتبہ آپ نے بھی نکاح کے بارے میں کیا ہوگا، آخر اگر ہم لوگ ان چیزوں پر عمل نہیں کریں گے تو پھر عوام سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ فلاں فلاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کے نکاح اِس طرح اور اُس طرح اچانک آناً فاناً اور سادگی کے ساتھ ہوئے، فلاں فلاں بزرگ نے اپنے بیٹے اور اپنی بیٹی کا اس طرح سادگی کے ساتھ آناً فاناً نکاح کیا، ان شخصیتوں کی اتباع ہی سے ہم لوگوں کو کامیابی مل سکتی ہے، اور بس میں اس سے زیادہ اور کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا۔

شیخ الحدیث صاحب کی گفتگو سننے کے بعد مجھے ایسا لگا اور محسوس ہوا کہ جیسا کہ یہ دین کی باتیں میری معلومات کے مطابق بالکل نئ ہیں اور اس سے پہلے مجھے معلوم نہیں تھیں، حالانکہ یہ سب باتیں روزمرہ کہنے سننے میں آتی رہتی تھیں، لیکن ظاہری حالات اور ہماری معاشرت نے عملی اعتبار سے ان چھوٹی چھوٹی علمی چیزوں کو نظر سے اوجھل کر دیا تھا...... الغرض شیخ الحدیث صاحب کی گفتگو سُننے اور اپنے تمام خدشات وشبہات بلکہ تاویلات کا تسلی بخش جواب ملنے کے بعد مجھے پوری طرح اطمینان ہو گیا اور میں نے فوراً ہی نکاح پر آمادگی ظاہر کر دی، اور فون کے ذریعہ سے چند قریبی احباب کو اطلاع دینے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے کچھ انتظار کرنے کی اجازت چاہی، جس کو بخوشی انہوں نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد میں نے فون کے ذریعہ سے اپنے چند قریبی احباب واقارب کو اطلاع دینا شروع کی، لیکن میں اپنے اس طرح اچانک نکاح ہونے کی جس کو بھی اطلاع دیتا، اس کی طرف سے عجیب وغریب باتیں سننے کو ملتیں، ایک صاحب نے تو غصہ میں آکر یہاں تک بھی کہہ دیا کہ ہم اتنی جلدی کپڑے وغیرہ بدل کر اور تیار ہو کر نہیں آسکتے، جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ آپ کو تیار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جب میں خود بھی کپڑے وغیرہ تبدیل اور اس طرح کی تیاری نہیں کر سکا، جبکہ نکاح میرا ہونے والا ہے، تو آپ کو کیا عذر ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پھر نکاح آپ خود ہی کر لیجئے، ہم نہیں آسکتے۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ بے شک نکاح تو میرا ہی ہو رہا ہے آپ تشریف لائیں گے تب بھی اور نہیں

لائیں گے تب بھی، بس میرا کام تو آپ کو آمد کے ممکنہ وقت سے پہلے اطلاع دینا تھا، میرے قریبی تعلق دار جناب افتخار احمد صاحب جو کہ نکاح کے اس رشتہ میں معین بنے تھے جب ان کو اس تمام صورتِ حال کی فون پر اطلاع دی گئی تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس پر خوشی کا اظہار فرمایا بلکہ میرا حوصلہ بھی بڑھایا (ایسے حالات میں اس قسم کے حضرات بہت کم لوگوں کو میسر آتے ہیں) اور نکاح سے پہلے ہی گھر میں تیار شُدہ کھانا بھی لے کر حاضر ہو گئے، اس دوران میرے بڑے بھائی صاحب بھی اپنی دوکان سے تشریف لا چکے تھے اور وہ بھی جلد بازی کی وجہ سے کافی پریشان تھے اور کہہ رہے تھے کہ آپ کو نکاح کی بڑی جلدی اور بڑا شوق لگا ہوا ہے؟ جس کے جواب میں، میں نے اُن سے عرض کیا کہ نکاح کوئی گُناہ کی چیز تو ہے نہیں، بلکہ ایک اہم عبادت ہے، اور عبادت کا شوق ہونا اور جب کوئی شرعی عذر نہ ہو تو اس کو جلدی انجام دینے کا اہتمام کرنا بھی یقیناً عبادت ہے، لیکن اس کے برعکس اگر اس عبادت میں بلا وجہ تاخیر کی جائے اور کوئی بدنظری وغیرہ کا گُناہ سرزد ہو جائے تو وہ یقیناً نکاح کے مقابلے میں بہت بڑا عیب ہے...... قصہ مختصر یہ کہ: بحمد اللہ تعالیٰ تھوڑی ہی دیر میں آناً فاناً مہرِ فاطمی کے ساتھ بغیر کسی شرط کے نکاح کے تمام تقاضے پورے ہو گئے، مہر بھی اسی وقت اور اسی نشست میں سپرد کر دیا گیا اور الحمدللہ ہر قسم کی پریشانیوں، الجھنوں، اور بکھیڑوں سے نجات حاصل ہو گئی، اور کسی اہم معمول میں بھی خلل واقع نہیں ہوا، اور ۲۸ شعبان/ ۳۰ جنوری کو سادگی کے ساتھ رُخصتی کا عمل بھی مکمل ہو گیا، لیکن اگر اس وقت یہ مسئلہ حل نہ کیا جاتا تو شاید پھر کئی مصائب ومسائل کا سامنا ہوتا، دراصل اللہ تعالیٰ نے غیبی طور پر ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت کا سامان فرما کر بہت بڑا فضل فرمایا۔

نکاح سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ اس رشتہ میں طرفین کی طرف سے دین کو بُنیاد بنا کر سب کچھ ہو رہا تھا اس لیے گھر میں جانا اور یہاں تک کہ آپ کے حُجرے کے اندر داخل ہونا بھی اس لیے ہم لوگوں نے مناسب نہیں سمجھا کہ ممکن ہے نفس کو کوئی دنیوی چیز ناپسند آئے اور پھر اس کی وجہ سے دین پر دنیا کو ترجیح دینے اور یہاں نکاح کا ارادہ ختم کرنے کی خرابی میں مبتلا ہو جائیں یا کوئی دنیوی چیز پسند آ جائے اور نیت میں پہلے سے موجود اخلاص میں فرق واقع ہو جائے۔

اور کیونکہ احقر کے نکاح کا معاملہ آناً فاناً واقع ہوا تھا، اس لئے مجھے یہ موقع بھی نہ مل سکا تھا کہ اپنے شیخ وروحانی مربی حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم سے اجازت ومشاورت حاصل کی جا سکے، اور ویسے بھی ان دنوں میں حضرت والا عمرہ کے سفر پر تھے، کراچی واپسی پر بندہ نے حضرت والا کو

جو خط تحریر کیا اس کا مضمون یہ تھا:

''محترم و معظم جناب حضرت والا صاحب مدظلہم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

بتقدیرِ الٰہی مؤرخہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ کو احقر کی زوجیت کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے اور رمضان المبارک سے قبل رخصتی بھی ہوگئی ہے، الحمدللہ تعالیٰ سب کام بخیر وخوبی تمام ہو گیا ہے، آج کل رمضانُ المبارک جاری ہے، الحمدللہ روزے وتراویح ٹھیک چل رہے ہیں، دعاؤں کا طالب، محمد رضوان، ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ''۔

جناب حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم نے میرے اس خط کے جواب میں درجِ ذیل دعائیہ کلمات پر مشتمل مضمون تحریر فرمایا:

''عزیزم سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

الحمدللہ! دلی مسرت ہوئی، مبارک ہو، اللہ تعالیٰ زوجین کو حیاتِ طیبہ اور فلاحِ دارین نصیب کرے، ازدواجی زندگی خوشگوار و پُرلطف اور پُرمسرت و پُرسکون، وشادوآباد بنائے، آمین، آپ کے نکاح کی اطلاع مکرم محمد سلیم صاحب (راولپنڈی والوں) سے مکہ مکرمہ میں (ملاقات پر) مل گئی تھی (کیونکہ وہ راولپنڈی سے عمرہ کے سفر پر مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے) حرمین شریفین میں آپ کے لئے خصوصی دعائیں کرنے کی توفیق ہوئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، بندہ ۱۱ رمضانُ المبارک کو عمرہ سے (کراچی) واپس آ گیا تھا، ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۰/۱۲ شوال تک اسلام آباد واپسی کا قصد ہے۔ فقط والسلام، دعاگو، احقر محمد قیصر عفی عنہ کراچی''۔

یہ مختصر سی روئیداد اپنے سادے نکاح کی پیش کرنے کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ نکاح کے وقت لوگوں کی طرف سے رسم ورواج کے تقاضوں اور نفس وشیطان کے حملوں اور حیلوں سے کس طرح بچا جاسکتا ہے اور یہ کہ سادگی میں کتنی عافیت اور سکون ہے کہ کسی بھی اہم معمول میں خلل واقع نہیں ہوتا۔

آج کل سادگی کے ساتھ نکاح کی تقریب انجام دینے میں عموماً خواتین رُکاوٹ بنتی ہیں اور وہی زیادہ تر ''ناقصُ العقل''، اور ''ناقصُ الدین'' ہونے کے باعث رسم ورواج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں، لہٰذا معزز خواتین سے درخواست ہے کہ وہ شادی کو ''سادی'' بنا کر راحت وسکون کا سامان کرسکتی ہیں۔

(جاری ہے............)

آپ کے دینی مسائل کا حل دارالافتاء

مسبوق مقتدی کے امام کے ساتھ سلام پھیر دینے کا حکم

سوال:...... کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع صورت ذیل میں کہ:

مسبوق نے امام کے ساتھ ایک جانب سہواً (بھول کر) سلام پھیر دیا پھر یاد آیا کہ ایک یا زائد رکعتیں چھوٹی پڑی ہیں ۔اب وہ سجدہ سہو کرے یا نہ کرے مندرجہ بالا مسئلہ میں اگر جان بوجھ کر سلام پھیر دے پھر کیا صورت ہوگی ؟ مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیرے تو کیا صورت ہوگی ؟ (۱) گر جان بوجھ کر پھیرے تو؟ (۲) غلطی سے پھیرے تو؟ فرحان ممتاز خیابان سرسید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب :...... مسبوق یعنی ایسا مقتدی جس کی ایک یا زیادہ رکعتیں رہ گئی ہوں اسے امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرنا چاہئے خواہ کوئی سا بھی سلام ہو۔نماز کا سلام دو طرح کا ہوتا ہے ایک نماز مکمل کرنے والا سلام، اس کو''سلامِ تحلیل'' بھی کہا جاتا ہے۔دوسرے سجدۂ سہو کرنے کے لئے سلام اس کو''سلام سہو'' کہا جاتا ہے۔ ان دونوں سلاموں کا حکم الگ الگ ہے،جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

اگر مسبوق (جس مقتدی کی کچھ رکعتیں رہ گئیں ہوں خواہ ایک یا زیادہ) امام کے ساتھ سلامِ تحلیل (یعنی نماز ختم کرنے والے سلام) میں عمداً (یعنی یہ جانتے ہوئے کہ میرے ذمے کچھ رکعتیں ادا کرنا باقی ہیں) شریک ہو جائے تو بہرصورت اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اگر چہ مسائل سے لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہوا ہو، کیونکہ دین کے احکام سے جہالت اور ناواقفی شرعاً عذر نہیں ہے اور اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سہواً (بھول کر) سلام پھیرا ہو تو پھر اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر امام کے سلام کے بالکل ساتھ مسبوق نے سلام پھیرا یا امام سے پہلے سہواً سلام پھیرا تو ایسی صورت میں نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ ہی سجدۂ سہو لازم ہوگا بلکہ اس کے بغیر ہی نماز درست ہو جائیگی کیونکہ امام کے سلام سے پہلے پہلے مسبوق مقتدی ہوتا ہے اور مقتدی کے سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا خواہ سلامِ تحلیل میں ایسا ہوا ہو یا سلامِ سہو میں بہر دو صورت یہی حکم ہے۔اور اگر مسبوق نے امام کے سلام کے بعد سلام پھیرا یعنی امام کی پہلی طرف سلام پھیرتے وقت

مسبوق نے سلام کی میم امام کے سلام کے بعد کہی ہو تو ایسی صورت اگر سلامِ تحلیل میں سہواً پیش آئی ہو تو مسبوق پر سجدۂ سہو لازم ہے (لکونہ منفردافی ھٰذہ الحالة وسھو المنفرد یوجب سجود السھو) اسی طرح اگر کسی مسبوق نے امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر دیا تب بھی یہی حکم ہے (ملاحظہ ہو مسائل سجدہ سہو ص ۹۲، کذا فی حلبی کبیر ص ۴۶۵) اور اگر سجدۂ سہو کے سلام میں ایسی صورت سہواً پیش آئی ہو تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ سجدۂ سہو میں شرکت کی وجہ سے مسبوق حالتِ اقتدا کی طرف لوٹ آیا تو یہ حالتِ اقتداء میں سہو ہوا نہ کہ حالت انفراد میں اور مقتدی کے سہو سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا (ماخذہ امداد الاحکام ج ۱ ص ۵۴۶، و احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۴، رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲) اس تفصیل سے آپ کے سوال کی تمام شقوں کا جواب نکل آیا۔

﴿۱﴾......ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السھودون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعه فی سجود السھو لا فی سلامه و ان سلم فان کان عامداتفسد صلوته و ان کان ساھیا لا تفسد ولا سھو علیه لانه مقتدو سھو المقتدی باطل فاذا سجد الامام للسھویتابعه فی السجود ویتابعه فی التشھدولا یسلم اذا سلم الامام لان ھذا السلام للخروج عن الصلٰوة وقد بقی علیه ارکان الصلاة فاذا سلم مع الامام فان کان ذاکرا لماعلیه من القضاء فسدت صلٰوته لانه سلام عمدوان لم یکن ذاکرا له لا تفسد لانه سلام سھو فلم یخرجه عن الصلٰوةوھل یلزمه سجودالسھولاجل سلامه ینظران سلم قبل تسلیم الامام او سلم معالایلزمه لان سھوه سھوالمقتدی وسھو المقتدی متعطل وان سلم بعد تسلیم الامام لزمه لان سھوه سھوالمنفردفیقضی مافاته ثم یسجد للسھو فی آخر صلٰوته (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶ فصل بیان من یجب علیه سجودالسھوومن لا یجب علیه سجودالسھوقبل فصل سجد التلاوة)

﴿۲﴾......ولو سلم المسبوق مع الامام فینظر فان سلم مقارنالسلا م الامام او قبله فلا سھو علیه لانه مقتدبه و ان سلم بعده یلزمه السھو لانه منفرد (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۹۵ باب سجودالسھو) (وقوله ولو سلم المسبوق مع الامام الیٰ آخره) ھٰذا اذا سلم ساھیاًاما اذا سلم مع علمه انه مسبوق فسدت صلٰوته لان سلام العمد بمنزلة الکلام فی شرح الطحاوی و قوله وقیل یلزمه فی التسلیمةالثانیةالیٰ آخره قال فی الخانیةولو سلم المسبوق مع الامام فعلیه سجدتاالسھوفی التسلیمةالثانیةدون الاولیٰ لانه منفرد فی الثانیة دون الاولیٰ (حاشیة تبیین الحقائق باب سجود السھوللشیخ شلبی ج ۱ ص ۱۹۵)

﴿۳﴾......المسبوق اذا سلم علیٰ ظن ان علیه ان یسلم مع الامام فھو سلام عمد یمنع البناء (فتاویٰ ھندیة ج ۱ ص ۹۸ الفصل الاول للباب السابع فیمایفسد الصلٰوة وما یکره فیھا)

﴿۴﴾......ولوسلم المسبوق مع الامام ینظران کان ذاکراًلما علیه من القضاء فسدت صلوته وان کان ساھیاًلما علیه من القضاء لاتفسد صلوته لانه سلام الساھی فلا یخرجه عن حرمة الصلٰوة کذا فی شرح الطحاوی فی باب سجود السھو (فتاوٰی الھندیة ج ۱ ص ۹۸ ،الفصل الاول فیما یفسدھا)

﴿۵﴾......ولو سلم المسبوق مع الامام ساھیاًلاسھو علیه وان سلم بعده فعلیه لتحقق سھوه بعدانفراده ولو سلم علی ظن ان علیه ان یسلم معه فھو سلام عمد یمنع البناء (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۳۹ باب الحدث فی الصلٰوة)

﴿۶﴾......ولو سلم مع الامام ساهياًاو قبله لا يلزمه سجود السهو ولو سلم مع الامام على ظن ان عليه السلام مع الامام فهو سلام عمدفتفسد (حاشيةدررالحكام شرح غررالحكام للشرنبلالى ج ا ص ۹۳ جماعة النساء وحدهن قبل باب الحدث فى الصلاة)

ومن احكامه انه لو سلم مع الامام ساهياًاو قبله لايلزمه سجود السهو لانه مقتدوان سلم بعده لزمه وان سلم مع الامام علىٰ ظن ان عليه السلام مع الامام فهو سلام عمدفتفسدكذا فى الظهيرية (البحر الرائق ج ا ص ۳۸۸ استخلاف المسبوق فى الصلوٰة قبيل باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۷﴾......ومن احكامه انه يتابعه فى السهو ولا يتابعه فى التسليم والتكبير،والتلبيه ،فان تابعه فى التسليم والتلبيه فسدت صلوته (البحرالرائق ج ا ص ۳۷۹)

﴿۸﴾......ثم المسبوق انما يتابع الامام فى السهو لا فى السلام فيسجدمعه ويتشهدفاذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامداً فسدت والا فلاولا سجود عليه ان سلم قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لكونه منفرداًحينئذٍ (البحرالرائق ج ۲ ص ۱۰۰ باب سجود السهو)

﴿۹﴾......(وان سلم بعده)اى بعد سلام امامه(يجب)عليه سجود السهو لوقوعه منه بعد صيرورته منفردا وفى المحيط ان سلم فى الاولىٰ مقارنا لسلامه فلاسهوعليه لانه مفرد به وبعده يلزمه لانه منفردا انتهى فعلى هذايراد بالمعية حقيقتها وهونادر الوقوع والله اعلم (حلبى كبير ص ۴۶۵)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد یونس ۱۳/۲/۱۴۲۶ھ، دارالافتاء والاصلاح،ادارہ غفران،راولپنڈی

الجواب صحیح: محمد رضوان ۱۳/۲/۱۴۲۶ھ

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۸ اخبارِ عالم)

18 جون: پاکستان: اپوزیشن کی غیر موجودگی میں قومی اسمبلی نے بجٹ کی منظوری دے دی،قومی امور پر اپوزیشن سے اتحاد ہوسکتا ہے،وزیر اعظم★ پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن اراکین کی رکنیت معطل ہونے سمیت دیگر حکومتی اقدامات کے خلاف قومی اسمبلی میں متحدہ اپوزیشن نے بجٹ اجلاس کا بائیکاٹ کردیا **19 جون:** پاکستان: چھتر پارک کے قریب مری سے راولپنڈی آنے والی بس کو حادثہ 20 مسافر جاں بحق★ پاکستان میں طالبانائزیشن کی اجازت نہیں دیں گے،صدر جنرل پرویز مشرف★افغانستان: قندھار کے ضلع میاں شین پر طالبان کا قبضہ 21 اعلیٰ عہدیداروں واہلکاروں کا سر قلم کرنے کی دھمکی **20 جون:** افغانستان: طالبان نے 8 سرکاری اہلکاروں کو سزائے موت دے دی★ پاکستان: اقتصادی خودمختاری حاصل کرلی ہے 2007ء تک ہر گاؤں میں بلب جلے گا،وزیر اعظم **21 جون:** پاکستان: پنجاب نے 40 ارب 2 کروڑ 89 لاکھ کا ضمنی بجٹ منظور کرلیا **22 جون:** مشرف سے بش اور کرزئی کے ٹیلی فونک رابطے،دفاعی صورتحال اور دیگر امور پر تبادلۂ خیال۔

کیا آپ جانتے ھیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

یومیہ کرایہ مقرر کر کے ڈرائیور کو ٹیکسی وغیرہ دینا

سوال:...... آج کل اس کا عام رواج ہے کہ ٹیکسی، رکشہ یا کوئی بڑی گاڑی کسی ڈرائیور کو یومیہ کرایہ مقرر کر کے دیدی جاتی ہے اور ڈرائیور سے روزانہ مقررہ کرایہ لیا جاتا ہے، اگر ڈرائیور کی اتنی آمدنی نہ ہو تب بھی اس کے ذمہ مقررہ کرایہ لازم ہوتا ہے، چاہے اپنی جیب سے ہی کیوں نہ دے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:...... گاڑی کے مالک کو جائز ہے کہ اپنی گاڑی کسی کو فی یوم کرایہ مقرر کر کے اجرت پر دے دے، اور جب معاملہ کرتے وقت فی یوم کے حساب سے گاڑی کا کرایہ اور اجرت مقرر ہو جائے تو ہر روز کے اعتبار سے کرایہ پر لینے والے کے ذمہ طے شدہ اجرت ادا کرنا لازم ہوگا، خواہ آمدنی تھوڑی ہو یا زیادہ، یا بالکل بھی نہ ہو، کیونکہ یہ معاملہ اجرت میں داخل ہے، شرکت یا مضاربت میں داخل نہیں، اور کرایہ داری کے معاملہ میں مقررہ اجرت کا تعلق آمدنی ہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہوتا، البتہ شرکت و مضاربت کے معاملہ میں نفع کا استحقاق آمدنی پر موقوف ہوا کرتا ہے، جیسا کہ مکان یا دوکان کرایہ پر لے کر اس میں رہائش اور کام شروع نہ کرے، بلکہ اپنی تحویل میں لے کر ویسے ہی خالی چھوڑے رکھے، تو کرایہ دار پر اس صورت میں بھی مقررہ کرایہ لازم ہوتا ہے، اور کرایہ پر ملنے والی دوسری اکثر چیزوں کا بھی تقریباً یہی معاملہ ہوتا ہے، شریعت میں اجرت اور شرکت و مضاربت کے معاملات الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے احکام میں بھی فرق ہے، کرایہ داری کے معاملہ میں اجرت میں خاص رقم مقرر کرنا ضروری ہے، جبکہ شرکت اور مضاربت میں فیصد کے اعتبار سے نفع کا تعین ہوتا ہے۔ محمد رضوان ۱۵/ ۵/ ۱۴۲۶ھ

داڑھی منڈوانے والے کی اذان واقامت

سوال:...... جو شخص داڑھی بالکل نہ رکھتا ہو، شیو کرتا ہو، یا خشخشی داڑھی ہو، اس کی اذان واقامت کہنا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اذان واقامت سے داڑھی کا کوئی تعلق نہیں، یہ سب مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں؟ داڑھی رکھنا اچھی بات ہے مگر کوئی ضروری نہیں وغیرہ وغیرہ؟

جواب:...... کم از کم ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے، داڑھی بالکل منڈوا دینا یا کٹا کر ایک مٹھی سے کم

رکھنا کبیرہ گناہ اورحرام ہے،اور ایسے شخص کی اذان واقامت مکروہِ تحریمی وگناہ ہے۔اگرایسا شخص اذان دے دے تواس کولوٹانا چاہئے،اوراقامت لوٹانے کی ضرورت نہ ہوگی (کذافی احسن الفتاوی ج۲ص۲۸۷) داڑھی کا صرف اذان اوراقامت سے ہی تعلق نہیں، بلکہ ایک مؤمن کی پوری زندگی سے تعلق ہے، دراصل داڑھی منڈوانا یا ایک مٹھی سے کم کرنا اللہ اوراس کی نظر میں اتنا سخت ناپسند ہے کہ ایسے شخص کی عبادت میں بھی اس گناہ کا اثرداخل ہوگیاہے، خاص طور پر وہ عبادت جس کا تعلق دوسرے لوگوں سے ہے، مثلاً اذان، اقامت، امامت، لہٰذا داڑھی مونڈنے اور خشخشی داڑھی والے شخص کواذان واقامت کہہ کراپنے سروبال نہیں ڈالنا چاہئے، اگراذان واقامت کا زیادہ شوق ہے تواس شوق کو پوراکرنے کے لئے شریعت نے جوقاعدے اور قانون مقرر کئے ہیں ان کواختیار کرنا چاہئے، جیسے اگرکسی شخص کونماز کا شوق ہولیکن کپڑوں یا جسم میں ناپاکی لگی ہوئی ہو یا اسی قسم کی اورکوئی خرابی ہوتواسے نماز پڑھنے کا شوق توضرور پورا کرنا چاہئے، لیکن پاکی حاصل کرنے کے بعد نہ کہ ناپاکی کی حالت میں۔

جولوگ داڑھی جیسے شریعت کے اہم حکم اورتمام نبیوں کی متفقہ سنت کومولویوں کی بنائی ہوئی باتیں کہتے ہیں وہ اپنے ایمان کی خیر منائیں، ایسے لوگوں سے اندیشہ ہے کہ اگرکسی وقت دوسرے شریعت کے واجب احکام مثلاً وتر، عیدین کی نماز اورقربانی وغیرہ ان کے مزاج اورطبیعت کے خلاف پڑیں توان کوبھی نعوذ باللہ مولویوں کی بنائی ہوئی باتیں نہ قراردیدیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔محمد رضوان ۱۲/ ۵/ ۱۴۲۶ھ

تصویردار کھلونوں اور گڑیا کا حکم

سوال:...... آج کل بازاروں میں ایسے کھلونے جوتصویر والے ہوتے ہیں مثلاً کتا، بلی وغیرہ، اسی طرح مختلف قسم کی گڑیا ملتی ہیں، ان کولوگ اپنے بچوں کے کھیلنے کے لئے گھروں میں لے آتے ہیں، کیاان کو خریدنا اورگھروں میں رکھنا اوربچوں کوکھیلنے کے لئے لے کردینا جائز ہے یا ناجائز؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں؟

جواب:...... جوکھلونے جاندار چیزوں (مثلاً کتے، بلی، بندر، بھالو، شیر، چھپکلی وغیرہ) کی شکل میں بنے ہوئے ہوں، اوران پر حیوانی بنیادی اعضاء (مثلاً آنکھ، ناک، منہ وغیرہ) نمایاں ہوں، اسی طرح وہ گڑیا جن میں انسانی بنیادی اعضاء نمایاں ہوں، ان کا فروخت کرنا، خریدنا، بلاضرورت گھر میں رکھنا اوربچوں کو کھیلنے کے لئے دینا سب ناجائز اورگناہ ہے۔

تصویر دار کھلونے اور گڑیا کھلے عام گھر میں موجود ہونے کی صورت میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ،اور ان کے قریب میں ہوتے ہوئے نماز بھی مکروہ ہوتی ہے ،ناسمجھ بچے بذاتِ خود اگر چہ ان کھلونوں کے استعمال سے گناہگار تو نہ ہوں لیکن والدین اور سرپرستوں پر تو یہ گناہ لازم ہوگا ہی ،جن کھلونوں اور گڑیوں میں حیوانی یا انسانی اعضاء نمایاں نہ ہوں ان کا استعمال اور خرید وفروخت تو فی نفسہٖ گناہ کا باعث نہ ہوگی ، بشرطیکہ فضول خرچی اور بے جا غلو تک ان کا استعمال نہ پہنچ جائے ،لیکن ان سے اجتناب کرنے میں ہی بہتر ائی ہے......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جن گڑیوں سے بچپن میں کھیلتی تھیں وہ پچھلے زمانہ کی طرح کی سادہ کپڑے اور روئی وغیرہ سے گھروں میں ہی بنالی جاتی تھیں ،جن کے نہ اعضاء نمایاں ہوتے تھے اور نہ ہی بناوٹ انسانی مجسمہ کے عین مطابق ، برخلاف آج کل کی گڑیوں اور کھلونوں کے کہ ان کے تمام اعضاء نمایاں ہیں مزید براں ان میں حس وحرکت بھی موجود ہے

افسوس کے آج جاندار تصاویر اور نمایاں اعضاء پر مشتمل کھلونے عام ہیں ، بے شمار پیسہ ان چیزوں کی نذر ہورہا ہے اور کوئی معتدبہٖ مقصد اور فائدہ حاصل نہیں ہورہا ،اور بچپن ہی سے اپنی زیرِ نگرانی ،زیرِ سرپرستی اور زیرِ ولایت بچوں کو بت پرستی اور جاندار کی تصاویر کی انسیت ومحبت اور شوق کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے ،کھلونوں کی شکل میں مجسم تصاویر جگہ جگہ گھروں میں موجود ہیں ،اسی حالت میں نماز پڑھی جاری ہے ، ذکر وتلاوت جاری ہے مگر رحمت کے فرشتوں اور عبادت کی قبولیت ونورانیت سے محرومی ہے ،اور رہی سہی باقی کسر جاندار چیزوں کی تصاویر پر مشتمل کیلنڈروں ،اخبار ورسائل نے پوری کر رکھی ہے ،اللہ تعالیٰ اپنی عافیت میں رکھیں ۔محمد رضوان ۔۱۴۲۶/۳/۹ھ

ملازم کا مکان کے مالک سے خفیہ کم کرایہ طے کر کے حکومت سے زیادہ لینا

سوال:...... بعض سرکاری ملازمین کو ایک خاص حد تک کے کرایہ پر مکان لینے کی سہولت ہوتی ہے ،اس حد کے اندر اندر اگر مکان کرایہ پر لیا جائے ،تو مکان کا کرایہ حکومت ادا کرتی ہے ،اور اگر مقررہ حد سے کم میں کوئی مکان کرایہ پر لیا جائے تو حکومت اتنا ہی کرایہ ادا کرتی ہے ،اور یہ کرایہ حکومت براہِ راست مالکِ مکان کو ادا کرتی ہے ،اکثر ملازمین مکان کے مالک سے کم کرایہ طے کر کے حکومت کے سامنے زیادہ ظاہر کر کے کرایہ کی رقم جاری کرا لیتے ہیں اور مکان کے مالک سے خفیہ طے شدہ معاہدہ کے مطابق ایک مخصوص مقدار خود وصول کرتے رہتے ہیں ،بعض ملازمین کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا حق ہے ،ہم اسے جس طرح چاہیں

حاصل کریں، اس میں کوئی عیب نہیں؟

جواب:...... سوال میں جو صورت ذکر کی گئی ہے کہ ملازم مکان کے مالک سے خفیہ گٹھ جوڑ کر کے حکومت سے زیادہ کرایہ وصول کر کے خود لے لیتا ہے، ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں اور یہ زائد رقم وصول کرنا حرام ہے، ایسے ملازمین حکومت کے قانون میں تو مجرم ہیں ہی، پوری قوم کے بھی مجرم ہیں، کیونکہ یہ رقم ظاہر ہے کہ حکومت کی ذاتی ملکیت سے نہیں آتی بلکہ پوری قوم کا اجتماعی فنڈ ہوتا ہے...... زائد رقم کو اپنا حق سمجھنا درست نہیں کیونکہ جب حکومت کی طرف سے اتنی ہی رقم ملنے کا ضابطہ مقرر ہے جتنی مقدار پر کرایہ کا تعین ہوا ہے، اور اسی وجہ سے حکومت براہِ راست مکان کے مالک کو یہ رقم دیتی ہے نہ کہ ملازم کو اور اگر حکومت کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ کرایہ کی اصل مقدار کم ہے اور باقی اضافی رقم ملازم وصول کرتا ہے تو حکومت کے ضابطہ اور قانون کے مطابق یہ اضافی رقم نہیں دی جائے گی، تو اس کو زیادہ سے زیادہ ایک سہولت کا درجہ دیا جاسکتا ہے، نہ کہ ملکیت کا، جس کو فقہاء کرام ''اباحت'' کہتے ہیں، جس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مخصوص طریقہ پر استعمال اور اس سے استفادہ کی تو اجازت ہوتی ہے، لیکن اس سے ہٹ کر کسی دوسرے طریقہ پر اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی، جیسا کہ دعوت پر آنے والا مہمان کھانا خود تو وہاں رہ کر کھا سکتا ہے، لیکن چوری چھپے سے لیکر نہیں جاسکتا، کسی اور کو مالک کی اجازت کے بغیر نہیں کھلاسکتا، البتہ جو چیز کوئی مالک بنا کر دے دے، اس کو ہر طرح استعمال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرایہ داری کا معاملہ درحقیقت مکان کے مالک کا حکومت کے ساتھ ہوتا ہے، نہ کہ ملازم کے ساتھ، وہ تو صرف ایک واسطہ ہوتا ہے اور حکومت کا نمائندہ بن کر اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کا استحقاق رکھتا ہے، اب اگر اکثر ملازمین اس طرح سے درپردہ مکان کے مالک کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے رقم لیتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اجتماعی انداز میں آواز اٹھا کر اس مخصوص رقم کی سہولت کو تنخواہ کا حصہ بنوالیں، پھر خواہ مکان کرایہ پر لیں یا نہ لیں، کم پر لیں یا زیادہ پر، بہرصورت یہ مخصوص رقم ملازم کی ملکیت ہوگی، اور اس میں ملازم کو ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہوگا، یہ تمام تفصیل اس صورت میں ہے کہ یہ رقم تنخواہ کا حصہ نہ ہو، اور اگر تنخواہ کا حصہ ہو جس کی وضاحت پہلے ہوچکی، کہ ہر صورت میں ملازم کا استحقاق سمجھا جائے تو پھر اس کا حکم مختلف ہوگا۔

محمد رضوان ۹/۳/۱۴۲۶ھ

عبرت کدہ

مفتی محمد امجد

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۴)

سراندیپ (لنکا) اور ملیبار کے بعد ہند کے جنوب میں اسلام کا ایک اہم مرکز مجمع الجزائر مالدیپ بھی رہا ہے، مالدیپ کے یہ جزائر جنوبی ہند کے ساحلوں سے قدرے فاصلے پر سمندر کے اندر جنوبی ہند سے الگ تھلگ واقع ہیں [۱] لیکن قُرب کی وجہ سے اس کی تاریخ جنوبی ہند کی تاریخ سے الگ نہیں، ان اہل جزائر کے مسلمان ہونے کا صحیح زمانہ متعین نہیں ہوسکا، ابنِ بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں ذکر کیا ہے کہ مالدیپ کی جامع مسجد کی محراب پر جو وہاں کے ایک راجہ نے مسلمان ہوکر تعمیر کی تھی اس نے یہ لکھا ہوا پایا:

''سلطان احمد شنوارہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا''

ان لوگوں کے مسلمان ہونے کے متعلق یہ عجیب وغریب واقعہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ یہاں ہر مہینے سمندر سے ایک عفریت، دیو قسم کی بلا آتی تھی، یہاں کے لوگ اس سے بچنے کے لئے ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگھار کر کے سمندر کے کنارے ایک بت خانے میں چھوڑ آتے تھے، پھر یہاں ایک بزرگ شیخ ابوالبرکات بربری مغربی (مراکش) تشریف لائے ان کی دعاء اور برکت سے یہ بلا ٹلی اور ان کے ہاتھ پر مالدیپ کا راجہ اور پرجا (رعایا) سب مسلمان ہوگئے (آبِ کوثر ص۴۳)......ان تین مراکز کے بعد جنوبی ہند میں مسلمانوں کی چوتھی بڑی نوآبادی معبر (موجودہ کارومنڈل) میں قائم ہوئی، یہاں کے مسلمانوں نے دوسری معاصر اور ہم زمانہ نوآبادیوں کے برخلاف اُمورِ مملکت میں بھی بڑھ چڑھ کر نمایاں حصہ لیا، ساتویں صدی ہجری میں دیوان سندر پانڈے نامی یہاں کا راجہ ہوا ہے، اس راجہ کا وزیر و مشیر ملک تقی الدین مقرر ہوا، تقی الدین کے بھائی جمال الدین ابرہیم جو غالباً بہت بڑے تاجر تھے ریاست کا ان سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ ہر

---

[۱] مجمع الجزائر مالدیپ سراندیپ (سری لنکا) سے ۴۷۱ میل کے فاصلے پر سری لنکا کے جنوب مغرب میں واقع ہیں، یہاں کی آبادی بیس لاکھ سے زائد ہے، مامون عبدالقیوم ۱۹۷۸ء سے یہاں کے صدر ہیں، مامون عبدالقیوم جامع ازہر مصر کے فارغ التحصیل ہیں، مالدیپ کا صدر مقام مالے ہے، یہاں کے لوگوں کی اکثریت تعلیم یافتہ ہے، چنانچہ شرح خواندگی ۸۱ فیصد سے بھی زیادہ ہے۔

Idara Ghufran

سفر میں ۱۴ سو عربی گھوڑے ریاست میں درآمد کریں گے راجہ کی وفات کے بعد سلطنت اس کے نائبین اور مشیروں میں تقسیم ہوگئی، اور اب جمال الدین مذکور مسندِ وزارت پر متمکن و براجمان ہوئے، مارکو پولو جو اس عہد کے بعد یہاں آیا تھا اس نے بھی گھوڑوں کے یہاں لانے کا ذکر کیا ہے، جنوبی ہند پر علاؤالدین خلجی کا حملہ اس کے بعد ہوا تھا، یہاں یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ خلجی کی ترک فوجوں کے مقابلے میں یہاں کے راجہ کی جو فوج لڑی اس میں عراقی و عرب مسلمان بھی تھے اس طرح بحیرۂ عرب کے سمندری راستے سے جنوبی ہند میں آنے والے مسلمانوں نے درۂ خیبر کے پہاڑی دروں سے شمالی ہند میں آنے والے مسلمانوں کے خلاف پہلی مرتبہ سرزمینِ ہند میں ہندو راجہ کی حمایت میں تلوار اٹھائی، خسرو نے ''خزائن الفتوح'' میں ان مسلمان مدافعین کی برائی بیان کی ہے مگر شریعت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ کوئی مذہبی لڑائی نہ تھی، ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں علاؤالدین خلجی کے مزاج، طرزِ حکومت کی تفصیلات تاریخ میں جو کچھ بیان ہوئی ہیں ملکی اور قومی مصلحتوں سے قطع نظر اگر خالص شریعت کی نظر میں دیکھا جائے تو اس کے بہت سے اقدامات و انتظامات میں اسلامیت کا عنصر بہت مغلوب نظر آئے گا، مختلف غیر مسلم راجدھانیوں پر اس کے حملوں میں اس کی ہوس کشور کشائی ایک اہم محرک تھا چنانچہ خطبوں میں اور سکوں میں اپنے آپ کو سکندرِ ثانی کہلوانا اور لکھوانا اس کی اسی ذہنیت کا عکاس تھا...... آخر الامر ہندوستان سے نکل کر سکندر کی طرح اطراف و اکناف عالم میں اپنی فتح و کامیابی کے پھریرے لہرانے کے منصوبے بھی اس نے باندھے پھر باتدبیر وزیروں، مشیروں کے آئینہ دکھانے اور حالات کی اونچ نیچ سمجھانے سے وہ اس ارادے سے باز رہا، وہ عرب مسلمان جو ہندو راجہ کی فوج میں بھرتی تھے وہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ یہ کوئی اسلام کفر کی نہیں بلکہ خالص، علاقائی اور کشور کشائی کی جنگ ہے اور دوسری طرف معاہدہ کی رو سے ہندو راجدھانی میں مسلمانوں کی یہ نو آبادی اس بات کی پابند تھی کہ حکومت کی طرف سے حملہ آوروں کے مقابلہ میں ریاست کے دفاع کے لئے وہ ساتھ دیں گے اور مقابلہ کریں گے چاہے حملہ آور کسی بھی نسل اور عقیدے کا آدمی ہو...... اسلامی نو آبادی کا پانچواں ساحلی مرکز گجرات کاٹھیاوار، کچھ اور کوکن کے علاقے تھے جہاں اس وقت عرب مسلمانوں کے ہمدرد راجہ وبھر ائے (راجہ بلھرا/ مالوہ) کی حکومت تھی...... یہاں عرب مسلمانوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہوئیں، گجرات کی بندرگاہوں میں سے کھمبایت اور صیمور (جواب بمبئی کے ضلع قلابہ میں واقع ہے) پر مسلمان بڑی میں

آباد تھے، [۱] مسعودی مؤرخ نے اپنی آمد کے وقت وہاں مسلمانوں کی دس ہزار آبادی بتلائی ہے، مسعودی یہاں ۳۰۴ھ میں آئے تھے۔ وہ یہاں مسلمانوں کی مسجدوں اور جامع مسجدوں کا بھی ذکر کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ وہ ہر طرح سے آباد ہیں۔ اس طرح طاقن (حیدر آباد دکن) کے راجاؤں کے ساتھ بھی مسلمانوں کا تعلق دوستانہ تھا البتہ گوجر راجاؤں سے تعلقات خوشگوار نہ تھے، مشہور سیاح بزرگ بن شہر یار نے اس پوری پٹی میں بہت سی مسلم نو آبادیوں کا ذکر کیا ہے، انہی علاقوں میں ایک اہم علاقہ صیمور نامی تھا، یہاں بھی مسلمان آباد تھے، گوا کے راجہ کا مشیر ایک مسلمان موسیٰ نامی مقرر تھا، گجرات میں مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلہ کے لئے ایک مستقل مسلمان قاضی حکومت کی طرف سے مامور ہوتا تھا اس کو اصطلاح میں ''ہنرمند'' کہتے تھے، مسلمانوں کے سارے مقدمے اسی اسلامی عدالت میں فیصل ہوتے تھے، صیمور میں عباس بن ھامان ہنرمند مقرر تھا، (مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب نے احتمال ظاہر کیا ہے کہ ہنرمند کا یہ لفظ مذہبی تقدس لئے ہوئے ہے اور برہمن کے مماثل و ہم وزن ہے کہ اہلِ ہند اپنے مذہبی پیشوا کو برہمن کہتے تھے تو مسلمانوں کے قاضی اور عالم کو انہوں نے ہنرمن یا ہنرمند کا لقب دیا، ناقل) اس طرح تھانہ (نزد بمبئی) میں بھی مسلمانوں کی نو آبادی قائم تھی، ابنِ بطوطہ نے دہلی سے کھمبایت اور وہاں سے معبر (کارومنڈل) کا سفر کیا، وہ راستے کے ان تمام علاقوں میں اسلامی آبادیوں اور ان کی بارونق اور آباد مساجد کی خبر دیتا ہے، اسی طرح بھروچ کے ایک علاقہ کے ہندو راجہ جالینی کے دربار میں وہ مسلمان درباریوں اور افسروں کی خبر دیتا ہے اور یہاں بیرم، گوکہ چنداپور اور ہنور (بمبئی کے قریب) ایسے مقامات تھے

---

[۱] ابن حوقل سواحلِ ہند کے شہروں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، ''کھمبایت سے صیمور (یا چیمور) تک بلھرا کا علاقہ ہے'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلھرا اس وقت ایک وسیع و عریض ریاست یا سلطنت تھی، سندھ کی حدود سے آگے بحیرۂ عرب کے ساتھ ساتھ آگے دور تک یہ ریاست پھیلی ہوئی تھی اور یہ اس وقت ہندوستان کی ریاستوں میں سب پر فوقیت رکھتی تھی اور دیگر تمام راجے اس کی سیادت کو تسلیم کرتے تھے، اس کی تائید تیسری صدی ہجری کے مشہور تاجر اور سیاح سلیمان سیرافی کے سفرنامے کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ اہلِ ہند اور اہلِ چین بلا اختلاف اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ دنیا میں چار بادشاہ سب سے بڑے ہیں جن میں سرِ فہرست مسلمانوں کا بادشاہ خلیفۂ بغداد ہے اور اس بادشاہ کی حکومت سے بڑی کوئی حکومت اور اس کے مذہب سے بڑا کوئی مذہب نہیں، اس کے بعد خاقانِ چین، اس کے بعد قیصرِ روم اور چوتھے درجے میں راجہ بلھرا ہے جو سوراخ کیے ہوئے کانوں والے لوگوں کا بادشاہ ہے اور بلھرا کے راجاؤں کی عمریں بڑی لمبی ہوتی ہیں، پچاس پچاس سال بھی بعض راجے حکومت کرجاتے ہیں، اس کا سبب وہ لوگ عربوں (مسلمانوں) سے محبت کو قرار دیتے ہیں کہ ان لوگوں کی قدر و منزلت کرنے کی وجہ سے ہمارے راجاؤں کی عمریں اور حکومت کا زمانہ لمبا ہوتا ہے (سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۲۷ بحوالہ مقالات سلیمان ندوی جلد ۱ ص ۱۸۲)

جو مسلسل چھوٹے چھوٹے مسلمان امیروں کی حکومت میں تھے اور ہندو راجہ ان سے کوئی تعرض نہ رکھتے تھے، مزید جن علاقوں میں پُر رونق اسلامی آبادیوں اور ہندو مسلم خوش گوار تعلقات کی ابنِ بطوطہ نے خبر دی ہے وہ یہ ہیں، منگلور، فاکنور، کولم، ہیلی جوپٹن، دھ پٹن، بدھ پٹن، پنڈ ارانی، کالی کٹ، حالیات، گالی، معبرل ادوار سمندر اور وجیانگر اور مذکورہ علاقے جن کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے، یہاں عالی شان مسجدوں، خانقاہوں وغیرہ کا وہ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں، یہ ایک اجمالی تذکرہ ان تمام ساحلی اور جنوبی علاقوں کا ہے جن کا حال عرب جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں نے لکھا ہے اور یہ تمام علاقے عرب تاجروں کی بحری گزرگاہوں پر واقع تھے، یہ مسلمان تجار خلیج فارس کی بندرگاہوں عمان، سیراف اور بصرہ سے سوار ہو کر سمندر پار کر کے سندھ (موجودہ کراچی کا ساحل) پہنچتے تھے یہاں سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن، گجرات کے سواحل سے گزر کر جنوبی ہند کی ساحلی پٹی تک پہونچتے تھے جہاں جنوب میں ہند کی انتہا ہو جاتی ہے اور سامنے سمندر میں لنکا اور جزائر مالدیپ ہیں، جنوب کے ان انتہائی ساحلوں سے ساحل کے ساتھ مشرق کی سمت میں مڑ جاتے ہیں اور مدراس کے ساحلوں پر پہنچتے تھے یہاں سے لنگر اٹھا کر بہار، مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کر کے چین کی راہ لیتے تھے راستہ میں ہند سے پار سمندر میں مالدیپ، لنکا اور جاوا، ساٹرا (موجودہ انڈونیشیا کے جزائر جن کو عرب جزائرِ شرق الہند کہتے تھے) اور سنگاپور بھی نکل جاتے تھے چنانچہ لنکا (سراندیپ) و مالدیپ کی طرح شرق الہند کے ان جزائر میں بھی اسلام انہی عرب تجار اور مبلغین کے ذریعہ پہنچا، آج اسلام سے معمور یہ آباد جزیرے اور پُر رونق ممالک قرونِ اولیٰ کے انہی بے لوث مسلمانوں کے ممنون و مشکور ہیں، اگر دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالی جائے تو جزیرۃ العرب کے سامنے بحیرہ عرب کے اس پار سمندر کے ساتھ ساتھ کراچی سے آگے انتہائے جنوب تک اور پھر وہاں سے بحیرۂ ہند کے ساتھ ساتھ ہند کے مشرقی ساحلوں پر شمال میں خلیج بنگال تک اور اس سے پیچھے سلسلہ ہائے کوہ ہمالیہ تک یہ سارا جغرافیہ سمجھ آ جائے گا یہاں تاریخ کے طالب علم کے لئے بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ان علاقوں کے قدیم نام جو عرب سیاحوں، جغرافیہ دانوں اور مؤرخین نے ذکر کئے ہیں اب وہ نام عام طور پر مستعمل نہیں جس سے یہاں کے جغرافیہ کی پوری پوری تعیین میں ابہامات پیدا ہوتے ہیں اور بعض ناموں کی تطبیق میں سخت اُلجھنیں پیش آتی ہیں ہندوستان کے بعض مستشرق مؤرخین نے ان ناموں کی اصل نکالنے میں بڑی دیدہ ریزی کی ہے جن میں بعض ناموں کی اصل تو قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے لیکن بعض تطبیقات محض تکلف ہی معلوم ہوتے ہیں (جاری ہے)

طب و صحت

مفتی محمد رضوان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

غسل کرنا یا نہانا

جس طرح صحت کو باقی رکھنے کے لئے انسانی جسم سے پیشاب ، پاخانہ کی شکل میں فضلات کا مناسب مقدار میں خارج ہونا ضروری ہے،اسی طرح بدن کی جِلد کے مسامات (باریک باریک سوراخوں) سے جسم کے اندرونی فضلات اور فاسد مادوں کا پسینہ کی شکل میں مناسب مقدار میں خارج ہونا بھی ضروری ہے۔اور یہ بھی طبی ’’استفراغ‘‘ کی ایک صورت ہے ✪ بتلایا جاتا ہے کہ انسانی بدن کی جلد کے ایک مربع انچ میں تین سو کے قریب باریک باریک سوراخ ہوتے ہیں جن کو مسامات کہا جاتا ہے ان باریک باریک سوراخوں سے پسینہ خارج ہوتا ہے،جس میں خاص قسم کی چکنائی اور زہریلے مواد شامل ہوتے ہیں،موسم کے لحاظ سے دن رات میں سیر سوا سیر سے دو/اڈھائی سیر تک پسینہ عام حالات میں خارج ہوتا ہے،اس مقدار میں تقریباً چھ ماشے مواد زہریلا ہوتا ہے،بدن کی جلد کے یہ مسامات (اور سوراخ) ماحول کی آلودگی اور جسم پر میل کچیل وغیرہ جم جانے سے بند ہوجاتے ہیں،جس کی وجہ سے ان فضلات اور فاسد مادوں کو باہر نکلنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے،جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ فضلات اور فاسد مادے جسم کے اندر رہ کر دوبارہ خون میں شامل ہوجاتے ہیں اور مختلف قسم کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں،اور غسل کرنے ،نہانے کے عمل سے زیادہ مؤثر اور بہتر اور کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس سے ان مسامات (اور سوراخوں) کو پسینہ کے اخراج کے لئے کھلا رکھا جائے۔اس لئے ضروری ہوا کہ نہانے اور غسل کرنے کا عمل بھی مناسب انداز میں جاری رکھا جائے اور اس میں کوتاہی کرنے سے پرہیز کیا جائے ✪ اگر مناسب وقت پر اور مناسب طریقہ پر غسل کرنے کا معمول بنایا جائے تو نہ صرف یہ کہ جسم صاف ستھرا رہتا ہے،اور چستی اور چالاکی ،طبیعت میں بشاشت اور تازگی پیدا ہوتی ہے اور طبیعت خوش وخرم رہتی ہے، بلکہ اسی کے ساتھ بہت سی بیماریوں سے بھی چھٹکارا مل جاتا ہے،اورنئی پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے،اور اگر مناسب وقت اور مناسب طریقہ پر نہانے کے معمول میں کوتاہی کی جائے تو انسان کئی بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے، چنانچہ ایسا شخص

سست رہتا ہے، طبیعت میں بوجھ رہتا ہے، خارش وغیرہ جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں ✪ طبی اعتبار سے تو روز مرہ کم از کم ایک مرتبہ غسل کرنا زیادہ مفید اور بہتر قرار دیا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر دو مرتبہ، لیکن اگر روزانہ یہ معمول نہ بنایا جاسکے تو ہفتہ میں دو تین مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ تو غسل کر ہی لینا چاہیے، اس میں بھی جمعہ کا دن ہو تو شرعاً زیادہ مناسب ہے ✪ طبی لحاظ سے غسل روزانہ موسم کی مناسبت سے گرم یا سرد پانی سے مناسب وقت پر کرنا زیادہ مفید ہے ✪ غسل کا سب سے عمدہ وقت طبی لحاظ سے صبح کا رفعِ حاجت کے بعد ہے، یا پھر شام کو کھانا کھانے سے پہلے کا ✪ ایک تندرست اور نوجوان انسان کے لئے عام حالات میں ٹھنڈے پانی سے نہانا زیادہ موزون ہے، خصوصاً گرمی کے موسم میں تو ٹھنڈے پانی ہی سے غسل کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے، کیونکہ جوانی اور تندرستی میں جسم زیادہ کام کاج کرتا ہے، جس کی وجہ سے جسم میں تحلیل کا عمل زیادہ ہوتا رہتا ہے، اور ٹھنڈے پانی کے غسل سے اس تحلیل کے عمل کو کم کیا جاسکتا ہے، اور تندرستی و جوانی کو دیر تک قائم رکھا جاسکتا ہے، ٹھنڈے پانی سے نہانے کی عادت سے جسم میں سردی کو برداشت کرنے اور سردی کا مقابلہ کرنے کی طاقت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور نزلہ وزکام کم ہوتا ہے، البتہ چھوٹے بچوں، بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے کمزوری میں مبتلا اشخاص اور اسی طرح حاملہ خواتین، اسہال (دست) پیچش اور جوڑوں کے دردوں کے مریضوں کو عام حالات میں اور خصوصاً سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے بجائے ہلکے گرم (نیم گرم) پانی سے غسل کرنا زیادہ بہتر ہے ✪ نہاتے وقت جسم کو اچھی طرح مَل لینا چاہئے، تاکہ میل کچیل اور گرد و غبار دور ہو کر بدن کے مسامات کھل جائیں، اور خون کے دورانیہ میں حرکت پیدا ہو جائے ✪ نہاتے وقت بدن کے صرف اوپر، اوپر سے بہت سا پانی بہا کر ضائع کر دینا اور جسم کو مَلے بغیر غسل مکمل سمجھ لینا غلط ہے، اس طرح کے غسل سے وقتی طور پر جسم میں کچھ چستی اور تازگی تو پیدا ہو سکتی ہے، لیکن غسل کرنے کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا ✪ غسل کرنے کے بعد جسم کو صاف ستھرے، کھردرے اور خشک کپڑے سے صاف کر لینا چاہئے، تاکہ باقی ماندہ میل کچیل صاف ہو کر جلدی مسامات کُھل جائیں، نہا دھو کر بدن کو گندے کپڑے سے صاف کر لینا غسل کے اصل مقصد کو فوت کر دیتا ہے ✪ نہانے کے لئے پاک و صاف پانی استعمال کرنا چاہئے، تازہ پانی سے غسل کرنا زیادہ فائدہ مند ہے، جوہڑ اور تالاب کا گندا پانی غسل کرنے کے لئے بالکل بھی موزوں نہیں ✪ غسل کھلی جگہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ کسی کو ننگا جسم دکھانا شرعاً بھی صحیح نہیں، اور کھلی فضا میں گرد و غبار

اور مٹی وغیرہ جسم پر پڑنے کی وجہ سے صفائی کا مقصد فوت ہوسکتا ہے ✪ جس جگہ کمرہ وغیرہ میں غسل کررہے ہوں اگر اس کا درجہ حرارت باہر کی فضا سے گرم ہو تو اندر ہی سے کپڑے پہن کر باہر نکلنا چاہئے ✪ دماغی وجسمانی محنت کا کام کرنے اور کھیل کود اور ورزش کرنے اور سفر سے آنے کے فوراً بعد طبی لحاظ سے نہانا مناسب نہیں، تھوڑا بہت وقفہ کرلینا چاہئے تاکہ جسم کی حرکات اعتدال پر آجائیں ✪ اسی طرح کھانا کھانے کے فوراً بعد غسل کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، اگر کھانا کھانے کے بعد غسل کرنا ہو تو بہتر ہے کہ دو یا تین گھنٹے بعد غسل کیا جائے ✪ غسل کرنے کے بعد میل کچیل والا لباس پہننے سے پرہیز کرنا چاہئے ✪ غسل کرنے کے بعد تھوڑا بہت کچھ کھالینا چاہئے

(ماخوذ از ''کلیاتِ قانون مفردِ اعضاء'' ص۹۹و ص۲۰۰ مصنفہ: حکیم محمد شریف صاحب ''دیہاتی معالج'' حصہ اول ص ۸۶ وص ۸۷، مصنفہ: حکیم محمد سعید صاحب و ''کتاب الصحت'' ص ۱۳۶، مصنفہ: حکیم اقبال احمد قرشی صاحب بتغیر واضافہ)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۶ اخبارِ ادارہ)

۲۲/ ربیع الثانی کو یہ نشست منعقد نہ ہوسکی۔

□......منگل ۲۲/ ربیع الثانی کو حضرت حافظ ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدفیوضہم ادارہ میں تشریف لائے۔

□......منگل ۶/ جمادی الاولیٰ کو شعبہ حفظ کا ششماہی امتحان ہوا، استاذ القراء حضرت قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم نے امتحان لیا، اور اسی کے ساتھ ششماہی امتحانات مکمل ہوگئے۔

□......بدھ ۱۶/ ۲۳/ ربیع الثانی کو بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی بیان ہوا، ۳۰/ ربیع الثانی کو بوجوہ یہ بیان نہ ہوسکا۔

□......بدھ ۷/ ۸/ ۹/ جمادی الاولیٰ ادارہ میں تعلیمی شعبہ جات میں ششماہی امتحانات کی تکمیل کے بعد تعطیلات رہیں، ۷/ جمادی الاولیٰ کو طلبہ کرام کا بعض اساتذہ کرام کی معیت ونگرانی میں تفریح کی غرض سے شاہدرہ نزد بھارہ کہو جانا ہوا، پورے دن کا یہ تفریحی دورہ رہا، شام کو بخیروعافیت واپسی ہوئی۔

□......بدھ ۱۶/ ربیع الثانی کو بعد مغرب کیلیا نوالی مسجد (کمیٹی چوک) میں حضرت مدیر دامت برکاتہم کا جناب افتخار صاحب (صرافہ بازار) کی بچی کے مسنون نکاح کے بعد کی تقریب میں بیان ہوا۔

□......جمعرات ۱۷/ ۲۴/ ربیع الثانی اور یکم جمادی الاولیٰ کو ہفتہ وار بزمِ ادب (برائے طلبہ) کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں

□......جمعرات ۲۴/ ربیع الثانی کو بعد عصر حضرت مدیر دامت برکاتہم تربیت دینی وعلمی سلسلہ میں مختصر وقت کے لئے تشریف لے گئے۔

اخبارِ ادارہ مفتی محمد امجد

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ ۱۱/ ۱۸/ ۲۵/ ربیع الثانی اور ۲/ ۹/ جمادی الاولیٰ کو حسبِ معمول مساجدِ ثلاثہ میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں، ۱۱/ ربیع الثانی اور اور ۹/ جمادی الاولیٰ کو مفتی محمد امجد کے سفر پر ہونے کی وجہ سے مسجد نسیم مری روڈ میں مولوی طارق محمود صاحب نے جمعہ پڑھایا۔

□......جمعہ ۱۱/ ۲۵/ ربیع الثانی اور ۹/ جمادی الاولیٰ کو فقہی مجالس ہوئیں۔

□......جمعہ ۲۵/ کو جناب عبدالغفار صاحب (خازن ادارہ غفران) کے والد محترم کا حضرت مدیر دامت برکاتہم نے جنازہ پڑھایا، ان کا گذشتہ شام حرکت قلب بند ہونے سے اچانک انتقال ہوگیا، دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں، اور ان کے درجات بلند فرمائیں، اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

□......ہفتہ ۲۶/ ربیع الثانی کو حضرت حافظ ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدفیوضہم ادارہ میں تشریف لائے، آپ کی تازہ تالیف ''تکوین وتشریع'' کی کتابت ونظرِ ثانی کا کام ادارہ میں ہو رہا ہے۔

□......ہفتہ ۳/ جمادی الاولیٰ ادارہ کے شعبہ کتب کے ششماہی امتحانات کا آغاز ہوا۔

□......ہفتہ ۱۰/ جمادی الاولیٰ ادارہ کے لئے کنویں کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔

□......اتوار ۱۳/ ۲۰/ ۲۷/ ربیع الثانی اور ۴/ ۱۱/ جمادی الاولیٰ کو بعد عصر کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی۔

□......اتوار ۲۰/ ربیع الثانی کو حضرت حافظ ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب مدفیوضہم ادارہ میں تشریف لائے۔

□......اتوار ۴/ جمادی الاولیٰ شعبہ ناظرہ للبنات کی دونوں جماعتوں اور شعبہ ناظرہ للبنین کی چاروں جماعتوں کے ششماہی امتحانات بالترتیب مفتی محمد یونس صاحب، قاری فضل الحکیم صاحب اور مولانا سعید افضل صاحب نے لئے۔

□......اتوار ۴/ جمادی الاولیٰ کو حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بھکروی مختصر وقت کے لئے ادارہ تشریف لائے اور حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات فرمائی، باہمی دلچسپی کے بعض امور پر بات چیت ہوئی۔

□......سوموار ۲۱/ ربیع الثانی حضرت مدیر دامت برکاتہم کی طبیعت کافی ناساز رہی۔

□......منگل ۱۵/ ۲۹/ ربیع الثانی کو ہفتہ وار اصلاحی نشست برائے کارکنانِ ادارہ منعقد ہوتی رہیں (بقیہ صفحہ ۹۵ پر)

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

22 مئی (۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ): عراق: سنی علماء کی اپیل پر بغداد میں مساجد تین روز کے لئے بند، شیعہ مسلح جنگجوؤں کے ہاتھوں سنی عالمِ دین کے قتل کے خلاف بطورِ احتجاج مساجد بند کرنے کا اعلان کیا گیا ★ عراق میں مجاہدین کے حملوں کے باعث شدید مشکلات کا سامنا ہے، امریکہ **23 مئی:** پاکستان میں وارد ٹیلی کام آج سے موبائل کنکشن کی فروخت شروع کرے گی ★ انڈیا کے دارالحکومت نئی دہلی کے دو سینما گھروں میں دھماکے 10 ہلاک، 50 زخمی **24 مئی:** پاکستان میں 4 ارب ڈالر کا تجارتی خسارہ، مہنگائی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی، سٹیٹ بینک آف پاکستان ★ عراق: فدائی اور گوریلا حملے، عراقی جنرل اور 8 امریکی فوجیوں سمیت 58 افراد ہلاک **25 مئی:** پاکستان: مسئلہ کشمیر ایک سال میں حل ہوسکتا ہے، صدر مشرف ★ **26 مئی:** تنازعات ختم کرنے کا وقت آ گیا ہے، کشمیر پر لچک دکھانا پڑے گی، صدر پرویز مشرف **27 مئی:** پاکستان نے سینٹری فیوجز کے نمونے عالمی ایٹمی ایجنسی کے حوالے کردیئے، پاکستانی اور آئی اے ای اے کے ماہرین کی مشترکہ ٹیم ان نمونوں کی جانچ پڑتال کررہی ہے کہ آیا یہ ایران کے ایٹمی پروگرام میں استعمال ہوئے ہیں یا نہیں **28 مئی:** پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں بری امام مزار کے سالانہ عرس کے موقع پر خودکش بم دھماکہ 25 جاں بحق 200 زخمی **29 مئی:** عراق: زرقاوی کی موت سے القاعدہ کی کارگردگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، امریکی جنرل کا اعتراف، زرقاوی روبہ صحت ہیں، القاعدہ نے شہادت کی خبروں کی تردید کردی، زرقاوی ہٹلر کی طرح ہیں، رمزفیلڈ کی ہرزہ سرائی **30 مئی:** بری امام اسلام آباد خودکش دھماکے کا مبینہ حملہ آور محسن شاہ اہلِ تشیع تھا، والد اور ماموں گرفتار **31 مئی:** کراچی پھر جل اٹھا، امام بارگاہ پر حملہ 9 افراد مارے گئے، ہنگامے پھوٹ پڑے، کے ایف سی، پٹرول پمپ، درجنوں گاڑیاں نذرِ آتش ★ کراچی: جامعۃ الرشید احسن آباد کے اساتذہ کو ٹریفک کا المناک حادثہ، مفتی محمد عامر ؒ سمیت 3 شہید 2 زخمی **یکم جون:** کراچی: جلے ہوئے کے ایف سی ریسٹورنٹ سے 6 نعشیں برآمد، امام بارگاہ پر حملے کے بعد مشتعل ہجوم نے کے ایف سی پر ہلہ بول دیا، اندر بیٹھے لوگوں اور عملے سے موبائل فون اور رقم چھین لی **2 جون:** افغانستان: قندھار میں خودکش حملہ، آئی جی سمیت 30 ہلاک 70 زخمی **3 جون:** جہاد کے ذریعے ہی بھارت مذاکرات کی میز پر آیا، تقسیمِ کشمیر کسی صورت میں

Iqra Ghufran

قبول نہیں ،حریت کانفرنس ،مظفر آباد پہنچنے پر شاندار استقبال ✍ **4 جون:** اسلام آباد پاکستان: نیوانٹرنیشنل ائرپورٹ کے لئے اراضی کی مکمل ادائیگیاں کی جاچکی ہیں، تحصیلدار فتح جنگ ✍ **5 جون:** سالانہ آمدن 736 ڈالرفی کس ہوگئی، سرکاری اقتصادی سروے رپورٹ ✍ **6 جون:** امریکی مخالفت مسترد، پاکستان و بھارت گیس منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانے پر متفق ★ پاکستان: قومی احتساب بیورو نے کرپشن میں ملوث 94 سرکاری افسران کو مفرور اور اشتہاری قرار دیتے ہوئے ان کی فہرست جاری کردی ✍ **7 جون:** مالی سال 06-2005ء کے لئے 10 کھرب 98 ارب 50 کروڑ 20 لاکھ کا بجٹ پیش۔ دفاعی بجٹ میں اضافہ۔ ٹیکس محصولات کا ہدف 690 ارب روپے مقرر۔ یوریا کھاد، بلڈوزر گریڈرز پر ڈیوٹی ختم۔ ٹریکٹر سستے۔ بینکوں سے 25 ہزار سے زائد رقم نکلوانے پر ودہولڈنگ ٹیکس عائد۔ کپڑا، قالین، چمڑا اور کھیلوں کا سامان مہنگا۔ پولٹری فیڈ بنانے اور میٹ پراسیسنگ مشین پر ڈیوٹی ختم۔ پلاسٹک کی 55 اشیاء پر ڈیوٹی کی شرح میں کمی۔ کیمیکل فارماسیوٹیکل فرنیچر کے خام مال پر ڈیوٹی کم۔ مقامی طور پر بنائی جانے والی کاروں پر 6 فیصد ودہولڈنگ ٹیکس عائد۔ تنخواہوں، پنشن میں اضافہ۔ صابن، کمپیوٹر، ائرکنڈیشنز سستے۔ گاڑیاں سگریٹ، ٹائر مہنگے ✍ **8 جون:** میڈیکل، کنوینس الاؤنسز میں 100، ہاؤس رینٹ میں 134 فیصد اضافہ، گاڑیوں اور مالیاتی خدمات پر ٹیکس نہیں لگا، حکومت پاکستان ✍ **9 جون:** امریکی کمپنی جنرل موٹرز کو 4 ماہ میں 1 ارب 10 کروڑ ڈالر خسارہ، 25 ہزار ملازمین کو فارغ کرنے کا فیصلہ ✍ **10 جون:** امریکہ میں پاکستانی باپ بیٹا گرفتار، القاعدہ سے تعلق کا الزام، دونوں باپ بیٹے راولپنڈی کے مشہور عالم دین مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے بالترتیب داماد اور نواسے ہیں ✍ **11 جون:** عراق: بغداد میں کار بم دھماکے اور حملوں میں 6 امریکیوں سمیت 21 افراد ہلاک، القائم سے 21 لاشیں برآمد ✍ **12 جون:** 18 جون کو پی ٹی سی ایل کی نجکاری کا اعلان، ٹیلی فون ایکسچینجوں پر سیکورٹی فورسز تعینات، تمام شہروں میں ہائی الرٹ ✍ **13 جون:** ایران میں 5 بم حملے 16 جاں بحق، کاروائی اسرائیل وامریکہ کی ہے، حکام ✍ **14 جون:** مسئلہ کشمیر 2 ہفتوں میں حل ہوسکتا ہے، صدر پرویز مشرف ✍ **15 جون:** پاکستان: سرکاری ملازمتوں کے لئے عمر کی حد 35 سال کردی گئی، آئی ایم ایف ون وے ٹکٹ لے کر چلا گیا، وزیراعظم ✍ **16 جون:** افغانستان: قندھار میں طالبان نے 10 امریکی وافغان فوجی ہلاک کردیئے، اتحادی بمباری سے 7 شہری شہید ✍ **17 جون:** پاکستان: پنجاب اسمبلی کا اجلاس، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر اور لیگی ایم پی اے کی رکنیت معطل، ایوان میں زبردست نعرے بازی

(بقیہ صفحہ ۸۴ پر ملاحظہ ہو)

Idara Ghufran

کراچی میں خطرناک دہشت گردی

پاکستان کے مشہوراورسب سے بڑے شہر کراچی میں منصوبہ بندی کے تحت منظّم دہشت گردی کا سلسلہ جاری ہے مؤرخہ ۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ، 23 جون 2005ء بروز جمعرات بوقت بعد نمازِ عشاء جامعہ بنوریہ سائٹ کے استاذ الحدیث اور جامعہ الحرمین بلدیہ ٹاؤن کے مہتمم مفتی عتیق الرحمٰن اوران کے نوسالہ بیٹے حماداورقریبی دوست مفتی ارشادالحسن پریڈی کے علاقہ سندھ سیکرٹریٹ کے عقب والی گلی میں پہلے سے گھات لگائے ہوئے دہشت گردوں کی طرف سے گاڑی پراندھادھند فائرنگ سے مفتی عتیق الرحمٰن شہیداوران کے بیٹے حماداور مفتی ارشادالحسن شدید زخمی ہوگئے، اگلے دن بروز جمعہ جامع مسجد مدینہ کے خطیب مفتی ارشادالحسن بھی چل بسے۔

Study of Towrah and Bible

By Mufti Muhammad Rizwan Translated by Molvi Abrar Hussain

Now a days Towrah and Bible are sold in different places .The specific representatives are selected from nonbelievers for this purpose and are sent in the bazaars and streets. Some people purchase these books by thinking them are those books which were revealed from sky, or they get them by some other way and start to study them. This custom or way of deed is totally against the Holy teaching of Sharia. Indeed the Muslims believe in all these books and testaments which are revealed from Allah including Towrah and Bible. But it is doesn't mean that we should study all these books. But only believe is sufficient which is necessary in those books which were revealed from Allah. But the books which are found in this world now a days by the name of Towrah and Bible etc are not in their pristine purity .In fact a lot of amendments and alternations are made in these books from people by the passage of time.That's why there are so many books are found with one name which are different from each other in many things and there is alot of clash and counter in their different testaments .Only Holy Quran is the book which will be preserved in its pristine purity till Disaster(Qiamah). The common Muslims are no need of any other book nor after that they are permitted to study these books.

Once Hazrat Umar (R.A) took a book of Towrah and started study it in the presence of Holy prophet (S.A.W).When Holy Prophet (S.A.W) looked this the colour of his face turned with anger red. When Hazrat Abu Bakar (R.A) looked that he addressed

Hazrat Umar angerily and said him," Are you not looking toward the face of Prophet (S.A)"?When Hazrat Umar looked that, the face of Holy Prophet (S.A.W)is changed with the anger, he requested to Holy prophet(S.A.W)at once I ask pardon from the anger of Allah and His Holy prophet(S.A.W) .We are willingly certify Allah is Lord and Holy prophet (S.A.W) is messenger, then Hazrat Muhammad S.A.W) told that by God if Mosas was alive and you obey him instud of me you would go astray. Consider, that if Mosas came back and found the peroid of my propherty he has no way help my obedienty. (mishkat page 32)It is cleared being of since of studying of other books like Towrah yohana and Bible by this incidence. When The Holy prophet (S.A.W) did so anger on the Khalifa -e-Rashid Hazrat Umar (R.A) being his (S.A.W)own presence, while in Holy Prophet (S.A.W) 's presence it was possible to point out the wrong things and alternations of that book then how it is permitted to the common Muslims to study these books?

Idara Ghufran